ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

48

27 ذوالحجہ تا 3 محرم الحرام 1431ھ/ 15 تا 21 دسمبر 2009ء

تیسرا راستہ ممکن نہیں

اللہ تعالیٰ شہنشاہِ کائنات ہے، حی وقیوم ہے، جبروتی وملکوتی صفات کا مالک ہے۔ وہ حکم صادر کرے تو پوری کائنات اس کی اطاعت کرتی ہے۔ اس نے قضاوقدر کا قانون بنایا اور وہ جاری ہے۔ وہ لوگوں کا رزق مقرر کر دیتا ہے اور کوئی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ وہ موت کا فیصلہ صادر کر دیتا اور کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ وہ کسی چیز کو وجود میں لانا چاہے تو صرف ''کُن'' کا حکم دیتا ہے اور چیز وجود پذیر ہو جاتی ہے۔

بندۂ مومن کو اللہ کے حکم پر راضی رہنا چاہیے۔ کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ ﷺ میں بتایا گیا ہے کہ جنت کا راستہ پُرخطر، مشکل اور کٹھن ہے۔ اس راستے میں کوئی پھولوں کی سیج نہیں، نہ داد وتحسین کے استقبالی نعرے ہیں۔ یہاں سر ہتھیلی پر رکھ کے چلنا پڑتا ہے۔ دار ورسن اور طوق وسلاسل منتظر ہوتے ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جنت غیر پسندیدہ چیزوں سے ڈھانپی گئی ہے اور دوزخ خواہشات میں گھری ہوئی ہے۔'' اب ہمارے لیے دو ہی راستے ہیں، یا تو ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کر لیں یا بغاوت وسرکشی کی روش، کوئی تیسرا راستہ ممکن ہی نہیں۔

''عمر بن الخطاب''

سید عمر تلمسانی

اس شمارے میں

کیا فتووں سے دہشت گردی ختم ہو جائے گی؟

پاکستان کے موجودہ داخلی اور خارجی حالات

بدر کے قیدی اور حضرت عمرؓ کی رائے

جناب شجاع الدین شیخ کا انٹرویو

سحر کا روشن افق یہیں ہے

روس کے خلاف جہاد، امریکہ کے خلاف دہشت گردی ــــ کیوں؟

بس ایک فیصلہ

سورۃ الانفال

(تعارف II)

الھدیٰ (399)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے پہلے چھ ماہ داخلی استحکام میں لگائے، مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کرائی۔ ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ اس طرح مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ خوش اسلوبی سے حل ہو گیا۔ پھر ان چھ مہینوں میں مسجد نبوی تعمیر کر لی، جو مسلمانوں کا مرکز بن گیا۔ یہ اُن کا گورنمنٹ ہاؤس بھی تھا اور دارلندوہ بھی، دارالعلوم بھی تھا اور عبادت گاہ بھی۔ تیسرا بڑا کام آپ نے یہ کیا کہ یہود کے جو قبیلے وہاں آباد تھے اُن کے ساتھ مشترکہ دفاع کا معاہدہ کر لیا، جس کی رو سے مدینہ پر حملہ کی صورت میں مسلمان اور یہودی مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے۔ ان کاموں میں چھ ماہ گزر گئے۔ ہجرت کے ساتویں ماہ آپ نے کچھ چھوٹے چھوٹے چھاپہ مار دستے بھیجنے شروع کیے، جن کے ذریعے اہل مکہ کی معاشی ناکہ بندی مقصود تھی۔ جنگ بدر سے پہلے پہلے ایسی آٹھ مہمیں ثابت ہیں جو ڈیڑھ سال کے عرصہ میں بھیجی گئیں۔ ان میں سے چار میں خود رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس شامل ہوئے۔ اس لیے یہ غزوات کہلاتی ہیں۔ باقی چار وہ ہیں جن میں آپؐ نے کسی اور کو امیر بنا کر بھیجا۔ وہ سرایہ کہلاتی ہیں۔ ان مہموں کے ذریعے مقامی اور اردگرد کے قبائل کے ساتھ تعلقات قائم ہو گئے۔ یا تو وہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے یا غیر جانبدار ہو گئے۔ اس طرح قریش کا سیاسی حلقۂ اثر کمزور ہوا اور مسلمانوں کی پوزیشن بہتر ہو گئی۔ اس صورت حال سے اہل مکہ خاصے پریشان ہوئے۔ اُن کی کیفیت ''تنگ آمد بجنگ آمد'' والی ہو گئی، ورنہ اُن کی طرف سے کوئی آغاز ثابت نہیں۔

مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام نخلہ ہے۔ وہاں آپؐ نے چند مسلمانوں کو بھیجا کہ وہاں سے قریش کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں اور مرکز کو مطلع کرتے رہیں۔ لیکن ہوا یوں کہ وہاں اُن کا کفار کے ساتھ تصادم ہو گیا، جس کے نتیجہ میں مکے کا ایک مشرک مارا گیا اور اُس کا ایک ساتھی قیدی بنا لیا گیا۔ اُن کا سامان تجارت مال غنیمت سمجھ کر مسلمان ساتھ لے آئے۔ اس پر اگرچہ رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور کہا کہ میں نے تمہیں لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ مگر بہرحال مسلمانوں کی طرف سے اقدام تو ہو گیا، چاہے ارادہ تھا یا نہیں۔ ادھر ابوسفیان ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ لے کر شام کی طرف جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس کا تعاقب کیا مگر وہ تیزی سے نکل گیا۔ واپسی پر یہ قافلہ 60 ہزار دینار کے تجارتی مال کے ساتھ آ رہا تھا، لہٰذا انہیں مسلمانوں کی طرف سے خطرہ ہوا کہ اُن کا راستہ روکیں گے اور حملہ آور ہوں گے۔ چنانچہ اُنہوں نے پیش بندی کے طور پر ایک سوار تیزی کے ساتھ مکہ بھیجا کہ ہمیں خطرہ ہے، لہٰذا مدد بھیجو۔ مزید یہ کہ عام راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ نیچے سے ہو کر بدر کے راستے سے گزر گئے۔ ابھی یہ قافلہ مکہ نہیں پہنچا تھا کہ ابوسفیان کے قاصد نے قافلہ پر حملہ کے خطرے کی اطلاع مکہ میں کر دی۔ اس پر غم و غصہ اور اشتعال پیدا ہو رہا تھا کہ اُدھر نخلہ سے لوگ چیختے چلاتے اور روتے پیٹتے وہاں پہنچ گئے کہ محمدؐ کے ساتھیوں نے ہمارا ایک آدمی قتل کر دیا ہے۔ اس بات نے اشتعال شدید تر کر دیا اور قریش نے ایک ہزار کا لشکر جمع کر لیا، جس میں 900 اونٹ تھے اور 100 گھوڑوں کا ایک رسالہ تھا۔

ادھر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ مشاورت کر رہے تھے کہ ابوسفیان کا قافلہ جو شام جاتے ہوئے بچ نکلا تھا، اب واپس آ رہا ہے تو اُس کا راستہ روکنے کے لیے چلنا چاہیے یا نہیں۔ طے پایا کہ چلنا چاہیے۔ ظاہر ہے اس وقت تک جنگ کا کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ ہی اس بات کی اطلاع تھی کہ کوئی بڑا لشکر آ رہا ہے۔ چنانچہ جو جس کے ہاتھ آیا وہ لے کر چل پڑا۔ کل دو گھوڑے اور آٹھ تلواریں تھیں۔ خیال یہی تھا کہ کوئی جنگ تو درپیش نہیں، صرف ایک تجارتی قافلے کا راستہ ہی تو روکنا ہے۔ مگر جب مدینہ سے نکل کر آپؐ مقام صفرا تک پہنچے تو آپ کو اطلاع ملی کہ ابوجہل 1000 کا لشکر لے کر مکے سے چل پڑا ہے۔ (جاری ہے)

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

سادہ زندگی

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا أَرَدْتِ اللُّحُوقَ بِي فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَإِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْأَغْنِيَاءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِي ثَوْبًا حَتَّى تُرَقِّعِيهِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہارے لیے دنیا توشہ سفر کے بقدر ہی کافی ہے۔ اور ہاں امیر لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے پرہیز کرنا، اور کسی کپڑے کو اس وقت تک پہننا نہ چھوڑنا جب تک اس میں پیوند نہ لگا لو۔''

تشریح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے سے بہتر صورت یا زیادہ مالدار کی طرف دیکھے تو اسے اپنے سے کم تر آدمی کو دیکھنا چاہیے، جس پر اسے فضیلت دی گئی۔ یقیناً اس سے اس کی نظر میں اللہ کی نعمت حقیر نہیں ہوگی۔ عوب بن عبداللہ سے بھی منقول ہے کہ میں نے مالداروں کی صحبت اختیار کی تو اپنے سے زیادہ غمگین کسی کو نہیں دیکھا، کیونکہ ان کی سواری میری سواری سے بہتر اور ان کے کپڑے میرے کپڑوں سے بہتر ہوتے تھے۔ پھر جب فقراء کی صحبت اختیار کی تو مجھے راحت حاصل ہوئی۔ ہمیں بھی چاہیے کہ دنیا کی عارضی زندگی کے لیے اس قدر مال و دولت اکٹھے کرنے کی فکر نہ کریں کہ دنیا ہی کے ہو کر رہ جائیں۔ امیر لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے پرہیز کی تعلیم بھی اسی لیے دی گئی ہے کہ اس سے دنیا پرستی کے جراثیم تمہارے اندر داخل نہ ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر بے جا فیشن پرستی، اسراف اور تعیش چھوڑ کر سادہ زندگی اپنا لی جائے، تو پریشانیوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فتووں سے دہشت گردی ختم ہو جائے گی؟

ہم پاکستانیوں نے خون کی ندیاں بہنا بطور محاورہ سنا ہوا تھا لیکن وطن عزیز پاکستان میں آج ہم خود اپنی آنکھوں سے ان سرخ بہتی ندیوں کا نظارہ کر رہے ہیں۔ پشاور خون میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے، اسلام آباد کے گرد اگرچہ آئرن کرٹن تان دیا گیا ہے لیکن پھر بھی خون کا فوارہ کہیں نہ کہیں سے پھوٹ پڑتا ہے۔ راولپنڈی میں اللہ کے گھر میں آہن و آتش برسات بن کر برسا ہے۔ درندوں نے مسجد کے صحن میں ننھے ننھے نمازیوں کو لٹا کر ان کے سروں میں گولیاں ماری ہیں۔ وہ ملک جس کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ پر رکھی گئی تھی، جسے مملکت خداداد کہتے ہیں، جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے، اس سرزمین پر چشم فلک نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ ایک بچہ جو جان بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا، چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا، اب میں کبھی مسجد نہیں آؤں گا، اب میں کبھی مسجد نہیں آؤں گا۔ مون مارکیٹ لاہور میں آگ اور خون کا کھیل کھیلا گیا، جس میں ساٹھ سے زائد افراد شہید ہو گئے، کئی بچے یتیم ہو گئے، بہت سی ماؤں کی گودیں ویران ہو گئیں، بہت سی سہاگنوں کے سہاگ اُجڑ گئے۔ دو عدد دلہنیں جنھوں نے اُس رات پیا گھر کو سدھارنا تھا حجلۂ عروسی کی بجائے اندھیری قبروں میں جا اُتریں۔ ایک سو پچاس کے قریب زخمی ہوئے، جن میں بہت سے معذور ہو کر تاحیات اہل خانہ کے لیے بوجھ بن جائیں گے۔ پچاس سے زیادہ دکانیں مع مال و اسباب جل کر راکھ ہو گئیں، اب وہ کشکول لیے جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے در در کی ٹھوکریں کھائیں گے۔ اگلے روز ملتان زیر عتاب تھا۔ وہی زرد آگ، ویسا ہی سیاہ دھواں اور سڑکوں کو اپنے رنگ میں رنگتا ہوا سرخ خون۔ حکمران ہر خونی واردات کے بعد ٹاک شوز اور اخبارات میں دعویٰ کرتے ہیں کہ دہشت گردی کے خلاف اُن کا عزم مزید مضبوط و مستحکم ہوا ہے اور وار آن ٹیرر میں اپنی جولانیوں کے اظہار کے لیے ولولہ تازہ ملا ہے۔ عوام ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ وہ خوفزدہ ضرور ہیں مگر کچھ کرنے کو تیار نہیں۔ ہر شخص چاہتا ہے سب ٹھیک ہو جائے لیکن مجھے کچھ نہ کرنا پڑے، میں اپنے معمولات کو ترک نہ کروں، میرے شب و روز یوں ہی گزرتے رہیں۔

حالات انقلاب کے متقاضی ہیں، لیکن انقلاب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے اور ڈرائنگ روم میں صوفہ نشین ہو کر اظہار تشویش سے برپا نہیں ہوتے۔ روئے بغیر تو ماں بھی بچے کو دودھ نہیں پلاتی، اِس ڈوبتی اور سسکتی ہوئی قوم کے دن کیسے پلٹ جائیں گے! دہشت گردی کیسے ختم ہوگی؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو ہر پاکستانی کی زبان کی نوک پر ہے اور اس کے ذہن کو بھی پریشان کیے ہوئے ہے۔ اگرچہ یہ سوال اب اس قدر پیچیدہ ہو چکا ہے کہ اس کا کوئی سیدھا اور سادہ جواب دینا آسان نہیں، البتہ یہ امر طے شدہ ہے کہ امریکی افواج کی افغانستان میں موجودگی اور پاکستان کے قبائلیوں سے سیاسی مذاکرات کیے بغیر اس کے ختم ہونے کا سوچنا بھی حماقتِ عظمیٰ ہوگی۔ اس دہشت گردی کے پیچھے کئی قوتیں کارفرما ہیں۔ بھارت کی ازلی اور پیدائشی دشمنی، پھر کشمیر میں پاکستان کی کارروائیوں کا بدلہ بھی اسے چکانا ہے۔ پاکستان کے ایٹمی قوت ہونے کی وجہ سے اسرائیل کا اسے اپنی سلامتی کے لیے خطرہ سمجھنا۔ لہٰذا اس دہشت گردی کی پشت پر اسرائیل کے مالی وسائل اور اس کی خفیہ ایجنسی موساد بھی موجود ہے۔ پاک چین دوستی امریکہ کی چین کے معاصرہ کی پالیسی کے راستے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ یہودیوں کا امریکہ میں اثر و رسوخ، بلکہ صحیح تر الفاظ میں امریکی معیشت اور میڈیا پر ان کا غلبہ، جس کی وجہ سے اسرائیل امریکہ کو ڈو مور کہتا رہتا ہے۔ پھر امریکہ

تا خلافت کی بناء دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد 18
27 ذوالحجہ تا 3 محرم 1431ھ
15 تا 21 دسمبر 2009ء
شمارہ 48

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ......300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اور اسرائیل کے بھارت میں معاشی مفادات بہت وسیع ہیں، کیونکہ بھارت سوا ارب آبادی کا ملک ہے۔ اور آخری بات جو اہم ترین ہے وہ ہمارے حکمرانوں کی ہمالائی غلطیاں اور عوام کی لاتعلقی بلکہ بے حسی۔ ان سب وجوہات کی بنا پر یہ دہشت گردی پاکستان کی جغرافیائی ہلاکت کا باعث بنتی نظر آ رہی ہے۔ لہٰذا ان وجوہات کو ختم کیے بغیر اس دہشت گردی کو ختم کرنا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہوگا۔ اس کے لیے جہادِ اکبر کی ضرورت ہوگی اور جہادِ اکبر کے لیے مومنِ صادق ہونا ضروری ہے۔

بہرحال خطے میں امریکی افواج کی موجودگی میں تو قیامِ امن کی کوششوں کا آغاز بھی نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا پہلے قدم کے طور پر اس اسلام اور پاکستان دشمن قوت کو یہاں سے نکالنا ہوگا، وگرنہ کوئی فتویٰ دہشت گردی ختم نہیں کرا سکتا۔ آئن سٹائن نے کہا تھا پاگل ہے وہ قوم جو بار بار ایک کام کیے جاتی ہے اور توقع رکھتی ہے کہ اس مرتبہ نتائج مختلف ہوں گے۔ عوام اور حکمرانوں کے حوالہ سے ایک ایک خبر پیش خدمت ہے تاکہ جان سکیں کہ کردار میں کجی کس قدر آ چکی ہے اور کیا روزمرہ کی اصلاح احوال کی کوئی تحریک تباہ کن نتائج سے بچا سکتی ہے؟ لاہور کی مون مارکیٹ میں جو تباہ کن دھماکہ ہوا کچھ لوگوں نے لاشوں کی جیبوں سے رقم نکال لی، کچھ نے مردہ اور زخمی عورتوں کے زیور اُتار لیے۔ دکانیں لوٹ لی گئیں۔ سونے کی ایک دکان مکمل طور پر لوٹ لی گئی۔ اس پر کوئی کیا تبصرہ کرے، سوائے اس کے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حکمرانوں اور عوام کے رہنماؤں کے حوالہ سے خبر یہ ہے کہ مون مارکیٹ سانحہ کے اگلے روز یعنی جس دن ملتان میں خون کی ہولی کھیلی گئی، بھارت کے سفارت خانہ میں تقریب ہوئی، جس میں قوم کے غم میں ہلکان ہونے والے رہنماؤں نے خوب دادِ عیش دی۔ محفلِ موسیقی کا انعقاد ہوا اور جشن بھرپور انداز میں منایا گیا۔ سقوطِ بغداد اور سقوطِ غرناطہ کے موقع پر بھی یہی کچھ ہو رہا تھا۔ اللہ ربّ العزت قرآن پاک میں فرماتا ہے: ''اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے۔ اور اگر تم پھر وہی (حرکتیں) کرو گے تو ہم بھی وہی (پہلا سلوک) کریں گے، اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے۔'' (بنی اسرائیل:8)

سانحۂ کربلا

قیمت 25 روپے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت و عظمت کی صحیح تصویر

اور

شہیدِ مظلوم رضی اللہ عنہ

قیمت 30 روپے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپؓ کی مظلومانہ

شہادت کے بیان پر جامع تالیف

- یہود نے عہدِ صدیقیؓ میں جس سازش کا بیج بویا تھا، آتش پرستانِ فارس کے جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنا دیا تھا۔
- وہ آج بھی قاتلِ خلیفہ ثانیؓ ابو لولو فیروز مجوسی کی قبر کو تبرک سمجھتے ہیں۔
- علی مرتضیٰؓ کی طرح حضرت حسینؓ بھی قاتلینِ عثمانؓ کی سازش کا شکار ہوئے۔
- سید الشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون؟ تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لیے

بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں

کا مطالعہ کیجئے

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت اشاعت خاص: 50 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501 e-mail:maktaba@tanzeem.org

تنظیمی اطلاعات

حلقہ سرحد شمالی کے مقامی تنظیم ماموند، باجوڑ ایجنسی میں جناب گل محمود امیر مقرر

امیر حلقہ سرحد شمالی نے مقامی تنظیم ماموند، باجوڑ ایجنسی میں تقرر امیر کے لیے اپنی تجویز کے ساتھ رفقاء کی آراء ارسال کی ہیں۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 19 نومبر 2009ء میں مشورہ کے بعد جناب گل محمود کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم راولپنڈی غربی میں تقرری امیر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی نے مقامی تنظیم راولپنڈی غربی میں تقرر امیر کے لیے اپنی تجویز کے ساتھ رفقاء کی آراء ارسال کی ہیں۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 26 نومبر 2009ء میں مشورہ کے بعد جناب بی ایس بخاری کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ گوجرانوالہ کی مقامی تنظیم گوجرانوالہ میں امیر کی تقرری

ناظم حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن نے مقامی تنظیم گوجرانوالہ میں تقرر امیر کے لیے اپنی تجویز کے ساتھ رفقاء کی آراء ارسال کی ہیں۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 26 نومبر 2009ء میں مشورہ کے بعد جناب خورشید نبی نور کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

پاکستان کے موجودہ داخلی اور خارجی حالات

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے خطاب عید الاضحیٰ کی تلخیص

[سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر کی تلاوت اور خطبہٗ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر کی تلاوت کی ہے۔ یہ سورتیں قرآن حکیم کی مختصر ترین سورتوں میں سے ہیں، اور تین تین آیات پر مشتمل ہیں۔ سورۃ النصر بھی انہی کی طرح مختصر سورت ہے اور تین آیات پر مشتمل ہے۔ سورۃ النصر دراصل صراط مستقیم کے سنگ ہائے میل کو واضح کرتی ہے، جبکہ یہ دونوں سورتیں سیرۃ النبی ﷺ سے متعلق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان سورتوں کے ساتھ مسلمانوں کو قلبی لگاؤ زیادہ ہے۔

سورۃ الکوثر کے بارے میں ایسا معلوم ہوتا ہے گویا یہ بقر عید ہی کے لیے نازل ہوئی کہ اس میں نماز اور قربانی کا ذکر ہے۔

﴿اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ﴿۲﴾ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾﴾

”(اے نبی) ہم نے آپؐ کو خیر کثیر عطا کیا۔ پس اپنے رب کے لیے نماز ادا کر اور قربانی دے۔ کچھ شک نہیں کہ آپ کا دشمن ہی ابتر (بے نام و نشان) ہوگا۔“

اس سورۃ کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا بیٹا فوت ہوا، تو آپ کے دشمنوں نے اس پر خوشیاں منائیں کہ اچھا ہوا، اس آدمی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، نعوذ باللہ یہ ابتر ہوگیا۔ اب اس کا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ ابتر تو اے نبی، تیرے دشمن ہونے والے ہیں۔ تجھے تو ہم نے خیر کثیر عطا کیا ہے، وہ خیر جس کا یہ تصور بھی نہیں کرسکتے۔ آپ کے یہ دشمن تو بے نام و نشان ہوں گے، جبکہ آپ کے نام لیوا لاکھوں، کروڑوں میں نہیں، اربوں میں ہوں گے۔ آپؐ کا نام تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ دن میں پانچ مرتبہ دنیا بھر کی مساجد سے اذان کی صورت میں لیا جاتا رہے گا، اور یوں توحید کی گواہی کے ساتھ آپؐ کی رسالت کی شہادت بھی دی جاتی رہے گی۔ ”پس آپؐ اپنے رب کے لیے نماز ادا کیجیے اور قربانی دیجیے۔“ سورت کی دوسری آیت میں اسلامی تہوار، اور جشن کا نقشہ ہے۔ دنیا میں اور لوگ بھی جشن اور خوشیاں مناتے ہیں۔ ایک اسلامی جشن ہے، اُس کا نقشہ دیکھو۔ یہ جشن کیا ہے؟ حسن، سادگی اور وقار کا مرقع ہے۔ اس میں دو رکعت نماز ہے۔ نماز کے لیے آتے جاتے تکبیریں ہیں۔ اس کے بعد قربانی ہے۔ مسلمان اللہ کی رضا کے لیے سنت ابراہیمی کی پیروی کرتے ہوئے جانور ذبح کرتے ہیں۔ ان چیزوں نے اس جشن کو انفرادیت عطا کردی ہے۔

اس سورت کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں نبی کریم ﷺ کو پیشگی خوشخبری دے دی ہے کہ اے نبیؐ، اس وقت آپؐ کی جو کیفیت ہے کہ آپؐ کے اعوان و انصار بڑی تعداد میں نہیں ہیں۔ اس لیے یہ کفار جب چاہتے ہیں آپ کو ستا لیتے ہیں، آپؐ کو طرح طرح سے پریشان کرتے ہیں، لیکن ایک وقت آئے گا کہ آپؐ کو خیر کثیر عطا ہوگا، اور لوگ فوج در فوج اس دین میں داخل ہوں گے۔ یہی مضمون اگلی سورت سورۃ النصر کا ہے۔ اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں گویا سیرۃ النبی ﷺ کے دو سرے ہیں۔ ایک سرا (سورۃ الکوثر) وہ ہے جب کہ آپؐ نے اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ اور اُس وقت اسلام کی کیفیت یہ تھی کہ وہ اجنبی تھا۔ اُس کا کوئی جاننے اور ماننے والا نہ تھا۔ اور دوسرا سرا (سورۃ النصر) یہ ہے کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوجائے گا، اور لوگ گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہورہے ہوں گے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾﴾

”جب آجائے گی اللہ کی مدد اور فتح (حاصل ہو جائے گی) اور (اُس وقت) آپ دیکھیں گے کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔“

آگے فتح و کامرانی کے موقع کے لیے ہدایت دی کہ

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾﴾

”پس آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ ساتھ تسبیح کیجیے، اور استغفار کیجیے۔ کچھ شک نہیں کہ وہ توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔“

یہی بات بنی اسرائیل سے بھی کہی گئی تھی کہ جب تم فلسطین کا پہلا شہر اریحا فتح کرو تو اُس میں سر جھکائے ہوئے داخل ہونا، اور استغفار کرنا ﴿وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّۃٌ﴾ (البقرۃ:58) یعنی ”جب تم (فاتح کی حیثیت سے) شہر کے دروازے پر داخل ہو تو تمہاری گردنیں (اکڑی ہوئی نہیں ہونی چاہئیں) جھکی ہوئی ہونی چاہئیں اور تم یہ کہو کہ اے اللہ ہماری مغفرت فرمادے۔“

یہ دو سورتیں جو اسلام کی اجنبیت اور کمزوری اور غلبہ و سربلندی کے بارے میں ہیں، میں نے آج اس لیے آپ کو سنائی ہیں کہ آج پاکستان کے حالات میں بھی نشیب و فراز دکھائی دیتا ہے۔ پاکستان کے حالات کے اعتبار سے اس وقت اس قدر اونچ نیچ ہو رہی ہے کہ کبھی تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ ملک اب ختم ہوا چاہتا ہے۔ اب یہ باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں باسٹھ سال کی مہلت دی کہ تم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہمیں آزاد خطہ زمین عطا کرے، ہم اس میں تیرے دین کا بول بالا کریں گے، اور عہد حاضر میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا نقشہ دنیا کو

دکھائیں گے۔ میں نے تمہیں اتنی مہلت دی، مگر تم نے یہ کام نہیں کیا۔ تو اگرچہ میں غفور رحیم ہوں لیکن عزیز ذو انتقام اور شدید العقاب بھی ہوں۔ میں سزا دینے میں بھی بہت سخت ہوں۔ میرا قاعدہ یہ ہے کہ ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (ابراہیم) ''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو (یاد رکھو) میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔'' حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم دینِ حق کا نقشہ عملاً پیش کر دیتے ہیں تو آج ہندوستان کو بھی فتح کر لیتے۔ اگر ہم دنیا کو یہ دکھا دیتے کہ اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی دنیا کا سب سے بہترین نظام ہے، اس سے بہتر اور کوئی نظام نہیں ہو سکتا، تو انڈیا اس سے ضرور متاثر ہوتا۔ انڈیا میں ہمارے مقابلے میں کہیں زیادہ غربت ہے۔ وہ غربت جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہاں پر جھونپڑ پٹی ایسی بستیاں ہیں، جو انتہائی خستہ حال ہیں۔ دلی میں بہار اور بنگال سے آئے ہوئے مسلمان اکثر سائیکل رکشا چلاتے ہیں۔ اُن کی معاشی حالت انتہائی ناگفتہ بہ اور قابلِ رحم ہے۔ اُن کی ٹانگیں سوکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ پنڈلیوں پر گوشت نظر نہیں آتا۔ وہ حیوانوں سے بھی بدتر زندگی گزارنے کرنے پر مجبور ہیں۔ اگر انڈیا کے اس استحصالی نظام کے مقابلے میں پاکستان میں اسلام کا عظیم الشان عادلانہ نظام قائم ہو جاتا، تو انڈیا رہ ہی نہیں سکتا تھا۔ وہاں بیس کروڑ سے زائد مسلمان ہیں اور ہندوستان کا ایوریج مسلمان پاکستان کے ایوریج مسلمان سے بہت بہتر ہے اور اس کی وجہ بھی ہے کہ اُسے ہر وقت ہندو کی مخالفت کا سامنا ہے۔ بہرحال ہم نے نفاذِ اسلام کے وعدے سے انحراف کیا اور دین سے بے وفائی کے مرتکب ہوئے، اس کا نتیجہ ہے کہ اب ملک داخلی طور پر سخت انتشار کا شکار ہے، بلکہ یہ انتشار اور خلفشار اپنی انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔ لوگوں میں عصبیتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ بلوچ عصبیت ہے، مہاجر عصبیت ہے، سرائیکی عصبیت ہے، پشتون عصبیت ہے۔ یہ سب عصبیتیں دراصل مرکز گریز قوتیں (centrifugal forces) ہیں۔ اندازہ کیجیے، اس وقت سرحد کا بے تاج بادشاہ غفار خان کا پوتا اسفند یار ولی ہے۔ غفار خان وہ شخص ہے جس نے پاکستان میں دفن ہونا بھی گوارا نہ کیا۔ پھر اُس کے دست و بازو مولانا فضل الرحمٰن ہیں، جن کے والد نے برملا کہا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے۔ سرحد میں تو یہ دو قوتیں ہیں۔ ان دونوں کا پاکستان کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ جنوب میں جائیے، وہاں کون اقتدار میں ہے؟ الطاف حسین، جس نے دہلی میں ایک کانفرنس میں کہا کہ ہندوستان کی تقسیم غلط تھی۔ اور اس موقف پر وہ اب تک ڈٹے ہوئے ہیں۔ ایک ٹی وی مذاکرے میں ایم کیو ایم کے ترجمان وسیم اختر سے جب یہ پوچھا گیا کہ آپ کے قائد تو یہ کہتے ہیں، تو انہوں نے اس کی نفی نہیں کی، محض اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ یہ الطاف حسین کی ذاتی رائے ہے، حالانکہ کون نہیں جانتا کہ الطاف حسین کی رائے، بلکہ اس کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ ایم کیو ایم کے کارکنوں کے لیے ایسے ہے، گویا آسمانی وحی ہو۔

یہ تو تصویر کا منفی رُخ ہے، دوسری جانب کچھ اچھی باتیں بھی سامنے آ جاتی ہیں جن سے دل کو دلاسہ ہوتا ہے۔ ان باتوں میں تازہ ترین الطاف حسین کا این آر او کے بارے موقف ہے۔ پیپلز پارٹی نے بڑے دھڑلے سے کہا تھا کہ این آر او کو پارلیمنٹ میں پیش کر کے منظور کرایا جائے گا، لیکن الطاف حسین اس کے خلاف کھڑے ہو گئے کہ نہیں ہم اس معاملے میں ساتھ نہیں دیں گے۔ اس سے بھی بڑھ کر حیرت کی بات یہ ہوئی کہ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ صدر زرداری مستعفی ہو جائیں۔ زرداری صاحب سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ الطاف حسین اس طرح کی بات کہہ دیں گے۔ پیپلز پارٹی کے رہنماؤں نے لندن میں جا کر الطاف حسین کی بڑی خوشامدیں کیں، کہ وہ این آر او کے بارے میں اپنے موقف سے دستبردار ہو جائیں، مگر وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ این آر او قانون نہ بن سکا۔

اس سے پہلے عدلیہ کی بحالی ہوئی، جس سے دراصل اچھی خبروں کا آغاز ہوا تھا۔ عدلیہ کا بحالی بلاشبہ بہت بڑا کام تھا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ اب حالات نیا موڑ اختیار کر گئے ہیں۔ عدلیہ کی بحالی کے بعد عدلیہ نے این آر او کے بارے میں فیصلہ دیا کہ پارلیمنٹ 28 نومبر

ملک میں دہشت گردی کی وارداتوں میں ''را'' اور سی آئی اے ملوث ہیں

ملک عزیز میں کوئی مثبت تبدیلی اسلام کو بطور نعرہ استعمال کرنے سے نہیں بلکہ اسلام کے عملی نفاذ سے آئے گی

حافظ عاکف سعید

1 کوئی مسلمان مسجد میں قتل و غارت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام دشمن ایجنسیاں خصوصاً ''را'' اور سی آئی اے پاکستان کو غیر مستحکم کرنے میں سرگرم ہیں۔ جب بھی کوئی غیر ملکی اسلحہ بردار پکڑے جاتے ہیں تو وزارت داخلہ سے رہائی کا حکم آ جاتا ہے۔ اس صورت میں جبکہ حکمرانوں نے تخریب کاروں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے، پاکستان سے دہشت گردی کا خاتمہ کیسے ممکن ہے۔ انہوں نے کہا کہ قبائلی علاقوں میں سیاسی عمل اور مذاکرات کا آغاز کیا جائے، تاکہ دشمن کے لیے یہ ممکن نہ رہے کہ ملٹری آپریشن کی آڑ میں دہشت گردی پھیلا سکے۔ (پریس ریلیز 05 دسمبر 2009ء)

2 ملک عزیز میں کوئی مثبت تبدیلی اسلام کو بطور نعرہ استعمال کرنے سے نہیں بلکہ مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام کے عملی نفاذ سے آئے گی۔ تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید پاکستان کی بری افواج کے کمانڈر انچیف جنرل کیانی کے اسلام کے حوالہ سے بیان پر تبصرہ کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اسلام سے اپنی وابستگی کے ثبوت کے لیے اسلام کے بدترین دشمن امریکہ سے تعلقات مکمل طور پر منقطع کر لینے چاہئیں۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم اسلام کے دشمن نمبر ایک امریکہ کے صف اول کے اتحادی بھی رہیں اور اسلام کے لیے جینے اور مرنے کا دعویٰ بھی کریں۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر ہماری فوجی قیادت کا ذہن تبدیل ہو گیا ہے اور وہ مستقبل میں اسلامی اصولوں کے مطابق چلنے کی خواہش رکھتے ہیں تو ہم اس کا زبردست خیر مقدم کرتے ہیں لیکن اس کے لیے فوری عمل کی ضرورت ہے، بصورت دیگر اسلام کے ساتھ وابستگی کا اظہار محض ایک بے معنی بات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ (پریس ریلیز 07 دسمبر 2009ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

2009 تک اس بارے میں فیصلہ کرے۔ اور چونکہ پارلیمنٹ نے این آر او کو اس عرصے میں منظور نہیں کیا، لہٰذا آج (28 نومبر) کو یہ لعنتی قانون جس سے ہر قسم کی حرام خوریوں کو جواز دیا گیا تھا، ختم ہو گیا ہے۔ میاں محمد نواز شریف نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ نہ صرف ان لوگوں کو محاسبہ ہونا چاہیے جنہوں نے این آر او سے فائدہ اُٹھایا، بلکہ جنہوں نے بنکوں سے قرضے معاف کروائے، اُن سے بھی لوٹی ہوئی دولت واپس لینی چاہیے۔

ایک اور بہت اچھی علامت جو حال ہی میں سامنے آئی، میں اُس کا بڑے عرصے سے منتظر تھا۔ ہندوستان کے وزیر دفاع نے اپنی تقریر میں اس بات پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے کہ چین اور پاکستان میں دفاع کے معاملے میں مفاہمت ہو رہی ہے۔ حیرت ہے، تمہارے تو امریکہ کے ساتھ بڑے بڑے ایٹمی تعاون کے معاہدے ہو جائیں، تم اُس کے سٹریٹجک پارٹنر بن جاؤ تو کوئی قابل اعتراض بات نہیں، لیکن اگر ہم دفاع کے حوالے سے چین کے ساتھ ذرا سی مفاہمت کرلیں تو تمہیں تشویش لاحق ہو جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری حکومت کا چین کے ساتھ دفاع کے حوالے سے مفاہمت کا کوئی معاملہ ہو جاتا ہے (اور یہ ہوا ہے تب ہی تو انڈیا کے پیٹ میں مروڑ اُٹھ رہے ہیں) تو یہ بڑی حوصلہ افزا بات ہے۔

بہر حال ups and down تو آتے رہیں گے، اس لیے کہ اللہ کا قاعدہ ہے ﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران:140) اللہ دنوں کے لوگوں کے درمیان پھیرتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے، دور نبوی ﷺ میں کتنا بڑا الٹ پھیر ہو گیا تھا۔ غزوۂ بدر میں کفار کے بڑے بڑے ستر آدمی مارے گئے تھے اور مسلمان صرف چودہ شہید ہوئے، لیکن اگلے سال کیا ہوا؟ غزوۂ احد میں ستر صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے، جن میں حضرت حمزہ اسد اللہ و اسد رسولہ اور حضرت مصعب بن عمیر جیسے لوگ شامل تھے۔ حالات کے اتار چڑھاؤ سے قطع نظر ہمارے لیے اصل رہنمائی یہ ہے کہ ہم اپنی اصل ذمہ داری کو سمجھیں، وہ یہ کہ پاکستان میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں وقف کر دیں۔ اسلام کے بغیر اس ملک کو کبھی استحکام حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ یہ ملک ہم نے لونی، لسانی اور نسلی قومیت پر نہیں بنایا۔ اسی طرح اس کی بنیاد جغرافیائی اور وطنی قومیت کے تصور پر بھی نہیں رکھی گئی۔ وطنی قومیت کے تصور کی تو ہم نے روز اول سے نفی کی، بندے ماترم (اے زمین ہم تیرے بندے ہیں) کی ہم نے شدید مخالفت اسی لیے کی تھی، کہ مسلمان زمین کا پجاری نہیں ہوتا، اس کی جبین نیاز صرف خدائے واحد کے سامنے جھکتی ہے۔

ملک کے حالات کے حوالے سے ایک طرف امید کی کچھ کرنیں بھی دکھائی دیتی ہیں، تاہم اس اعتبار سے حالات حد درجہ خراب اور تشویشناک ہیں کہ بیرونی یہودی سازش آگے بڑھ رہی ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اگر ملک داخلی طور پر مضبوط ہو تو بیرونی قوتیں اُسے آسانی سے نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ جس طرح ایک جسم داخلی طور پر صحت مند ہو، اُس کا دفاعی نظام مضبوط اور مؤثر ہو تو وہ جراثیم کے حملہ کا پورا مقابلہ کرتا ہے، لیکن اگر داخلی طور پر انتشار اور کمزوری ہو تو پھر بیرونی دشمنوں کو اپنی سازشیں بروئے کار لانے کا موقع مل جاتا ہے۔ یہودی سازش نائن الیون سے پہلے تیار کی گئی، جس کے تحت عالم اسلام اور عالم عیسائیت کو آپس میں لڑانا ہے۔ اب یہ سازش دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہی ہے۔

امریکہ میں پروٹسٹنٹس عیسائیوں میں سے وہ جو زیادہ فعال اور بائبل کی نشر واشاعت اور تشریح و توضیح کرنے والے ہیں Evengelists کہلاتے ہیں۔ اُن کا ایک ماہنامہ رسالہ فلاڈلفیا سے نکلتا ہے جس کا نام The Philadelphia Trumpet ہے۔ اُس کی اشاعت بابت اگست 2001ء کے ٹائٹل پر لکھا ہے:

"The last Crusade

"Most people think the crusades are thing of the past over forever. But they are wrong. Preparations are being made for a final crusade, and it will be the bloodiest of all."

ایک موقع پر امریکی صدر بش کی زبان سے بھی "کروسیڈ" کا لفظ نکل گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ مسلمان ہسپانیہ سے انڈونیشیا تک خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں، اور یہ ہمارے نظام زندگی کے لیے خطرہ ہیں، لہٰذا ہمیں ان سے لڑنا ہے۔ اُن سے ہماری کروسیڈ ہے۔ اس صلیبی جنگ کی بھرپور تیاری ہو چکی ہے۔

اگرچہ اس وقت صورتحال اچھی نہیں، تاہم مجھے یقین ہے کہ بالآخر حالات بدلیں گے اور اللہ تعالیٰ یہاں شر میں سے خیر برآمد کرے گا۔ تاریخی طور پر یہ بڑا عجیب معاملہ ہے کہ پندرھویں صدی عیسوی کے آخر میں ہسپانیہ میں اسلام کا سورج غروب ہو گیا، اور وہ خطہ زمین جہاں مسلمانوں نے آٹھ سو برس تک حکومت کی تھی، وہاں ایک بھی مسلمان باقی نہ رہا۔ عیسائیوں نے مسلمانوں کو یا تو جبراً عیسائی بنا دیا یا قتل کر دیا یا پھر جہازوں میں بھر بھر کر شمالی افریقہ کے ساحلوں پر پھینک دیا۔ لیکن اس سقوط کے ساتھ ہی سولہویں صدی کے شروع میں اسلام کا سورج ترکی کے اُفق سے یورپ میں طلوع ہو گیا۔ سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں قسطنطنیہ فتح ہوا۔ مسلمان ویانا تک جا پہنچے اور وہی بات ہو گئی کہ ؎

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

کیا بعید کہ اللہ تعالیٰ شر میں سے خیر برآمد کر دے۔ اگرچہ عالم عرب میں بہت بڑی تباہی تلی کھڑی ہے۔ اس کے آثار شروع ہو چکے ہیں۔ دوبئی، جہاں دولت کے سمندر تھے، وہ اب نادہندہ ہو گیا ہے۔ وہ 59 بلین ڈالر کا قرضہ ادا کرنے کے قابل نہیں رہا۔ مہلت مانگی ہے۔ بہر حال ہمیں تو اپنا کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بندگی کی توفیق دے اور اس ملک کو اسلام کے نظام عدل کا گہوارا بنانے کی ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

آخری بات!

حضرات! نماز کے بعد آپ لوگ اپنے گھروں کو جائیں گے اور گھر جا کر جانوروں کی قربانی کریں گے، محض اللہ کی رضا کے لیے جانور کی گردن پر چھری چلائیں گے، میری آپ سے گزارش ہے، خدارا! اس موقع پر اپنی تمناؤں، اپنی آرزوؤں، اپنی امنگوں اور اپنے دنیوی ولولوں کی قربانی دیجیے۔ ان سب پر چھری پھیر کر اللہ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہو جائیے۔ یہی روح قربانی ہے۔ ﴿ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العلمین﴾ (الانعام:162) یعنی "بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔" اگر قربانی کرتے ہوئے یہ روح شامل نہیں تو پھر قربانی کما حقہ قربانی نہیں ہے۔ پھر تو وہی بات ہو گی جو علامہ اقبال نے کہی تھی ؎

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

اور

رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

خدارا! اپنی عبادات کے اندر روح اور جان پیدا کریں، مقصدیت پیدا کریں، اور اپنے آپ کو اللہ کے دین کے لیے وقف کر دیں۔ اللہ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق دے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

بدر کے قیدی اور حضرت عمرؓ کی رائے

غزوۂ بدر میں مشرکین قریش کے 70 افراد قتل ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں قیدی ہوئے۔ قید ہونے والوں میں سے بعض قریش کے سردار تھے اور بعض نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے قریبی رشتہ دار، جیسے حضرت عباس (آنحضورؐ کے چچا) حضرت عقیل (حضرت علیؓ کے بھائی) ابوالعاص بن الربیع (حضرت زینبؓ کے شوہر) سہیل بن عمرو اور ولید بن الولید وغیرہ۔ ان مشرکین کا ذلت سے قید ہو کر آنا ایک عبرت خیز سماں تھا، جس نے بعض مسلمانوں کو بھی متاثر کیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ ام المومنین حضرت سودہؓ نے سہیل بن عمرو کو جب اس حال میں دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں تو بولیں: ’’اے ابو یزید (سہیل بن عمرو کی کنیت) تم لوگ مطیع ہو کر آئے ہو، شریفوں کی طرح لڑ کر مر نہیں گئے۔‘‘

احادیث، تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں نقل ہے کہ جنگ بدر میں مشرکین مکہ جب قید ہو کر آئے تو آنجنابؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ اس بارے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: یہ اپنے ہی بھائی بند ہیں، ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے، تاکہ مسلمانوں کو کافروں سے مقابلہ کرنے کی طاقت ہو اور شاید اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت فرما دے۔ اس رائے سے حضرت عمرؓ نے اختلاف کیا اور فرمایا کہ اسلام کے معاملہ میں رشتہ و قرابت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ان سب کو قتل کرنا چاہیے اور ہر شخص اپنے عزیز رشتہ دار کو خود قتل کرے۔ علیؓ عقیل کو، حضرت حمزہؓ عباس کو، اور فلاں شخص جو میرا اعزیز ہے، اس کو میں قتل کروں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ساتھیوں کی دونوں متضاد آراء کو سنا اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور صاحبین (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ) کے لیے فرشتوں اور انبیاء کرام میں سے مثالیں بیان کیں، جن کا ذکر ڈاکٹر محمد الطیب النجار (رئیس جامعۃ الازہر 1980ء) نے اپنی عربی تصنیف ’’القول المبین فی سیرۃ سید المرسلین‘‘ میں کیا ہے (جس کا اُردو ترجمہ محترمہ رخسانہ جبین نے کیا ہے)۔

آپؐ نے فرمایا: ابوبکرؓ کی مثال فرشتوں میں حضرت میکائیلؑ کی ہے جو اللہ کی رضا اور عفو کے ساتھ اس کے بندوں پر اُترتے ہیں اور انبیاء کرامؑ میں سے حضرت ابوبکرؓ کی مثال حضرت ابراہیمؑ کی طرح ہے، جو اپنی قوم کے لیے نہایت نرم تھے۔ ان کی قوم نے ان کو آگ میں پھینک دیا، تو انہوں نے صرف یہ کہا: ان میں سے جو میرے طریقے پر چلے وہ میرا ہے اور جو میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو یقیناً تو درگزر کرنے والا مہربان ہے۔‘‘ (ابراہیم: 36)۔ حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں مزید فرمایا: ان کی مثال حضرت عیسیٰؑ کی ہے، جو کہتے تھے: ’’اب اگر آپ انہیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ غالب اور دانا ہیں۔‘‘ (المائدہ: 118)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’حضرت عمرؓ کی مثال فرشتوں میں حضرت جبرائیلؑ کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر غضب اور عذاب سے اُترتے ہیں‘‘

حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا: ’’حضرت عمرؓ کی مثال فرشتوں میں حضرت جبرائیلؑ کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر غضب اور عذاب سے اُترتے ہیں‘‘۔ انبیاء کرامؑ میں ان کی مثال حضرت نوحؑ کی طرح ہے جو کہتے تھے: ’’میرے رب! ان کافروں میں کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ، اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہو گا وہ بدکار اور سخت کافر ہو گا۔‘‘ (نوح: 26-27) حضرت ابوبکرؓ کی طرح حضرت عمرؓ کے لیے بھی ایک دوسرے پیغمبر کی مثال آپؐ نے یوں بیان کی کہ وہ موسیٰؑ کی طرح ہیں جو کہہ رہے تھے: ’’اے ہمارے رب! ان کے مال غارت کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر کر دے کہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔‘‘ (یونس: 88)

نبی کریم ﷺ نے ان دونوں قابل قدر صحابہؓ کے خراج کی مناسبت کی قابل عزت فرشتوں اور انبیاء کرامؑ سے مثالیں بیان کرنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو اپنی کریم النفسی، خصوصی نرمی اور رافت کی بنا پر اختیار کیا۔ مزید براں آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے اس وجہ سے بھی اختیار کی کہ اس رائے سے کثیر صحابہ اتفاق کر رہے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے اسیران بدر میں سے اکثر سے فدیہ لے کر اور بعض کو بغیر فدیہ لیے بھی چھوڑ دیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (الانفال: 67، 68)

’’کسی نبی کے لیے یہ زیبا نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے۔ تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیش نظر آخرت ہے اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم لوگوں نے لیا ہے اس کی پاداش میں تم کو بڑی سزا دی جاتی۔‘‘

ان آیات کی تفسیر میں کافی لچک موجود ہے کیونکہ ’’ماکان‘‘ کا اسلوب الزام اور رفع الزام دونوں کے لیے آتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ﴾ (آل عمران: 161) ’’اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت

کرے۔" واضح رہے کہ یہ آیت الزام کے لیے نہیں بلکہ رفع الزام کے لیے ہے، اور اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں منافقین کو خطاب کر کے یہ بات واضح کی گئی کہ نبی کریمؐ پر خیانت کی جو تہمت دھرتے ہو ایسا کسی صورت ممکن نہیں ہے۔ بعینہٖ اسی اسلوب پر یہ آیت ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى﴾ ہے، جس میں مشرکین قریش کے متعلق خیالات کی تردید کی گئی ہے کہ آنجنابؐ میں حبِ دنیا نہیں ہے اور نہ ہی وہ تمہاری طرح اقتدار کا لالچ رکھتے ہیں کہ اس کے لیے زمین میں خونریزی کریں۔ ان آیات کی اس انداز میں تفسیر کی ایک اپنی اہمیت ہے، لیکن متقدمین کی تفسیر کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہاں نبی کریمؐ کی اللہ تعالیٰ راہنمائی بھی فرما رہے ہیں کہ جنگ میں کفار و مشرکین کو پہلے خوب کچلا جائے، جیسا کہ ﴿حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ﴾ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ان کو خوب قتل کرنے کے بعد جب کفر کی کمر بالکل ٹوٹ جائے تو جو لوگ بچ جائیں، پھر انہیں قید کیا جائے۔ غزوۂ بدر کے یہ قیدی چونکہ اکثر کفر کے امام ہیں، لہٰذا ان کو فدیہ لے کر رہا کر دینا نقصان دہ ہے۔ جنگ میں ان کو خوب کچلنے کی گنجائش تھی لیکن بہرحال اگر وہ وہاں پوری طرح نہیں کچلے گئے تو اب جب وہ قیدی ہو کر آئے ہیں تو ان کا قتل بہتر ہوتا، تاکہ آئندہ ان میں مسلمانوں سے لڑنے کی ہمت نہ رہتی۔ گویا حضرت عمرؓ کی رائے اللہ تعالیٰ کی منشاء کے زیادہ مطابق تھی۔ آئندہ سال وہی ہوا کہ قریش مکہ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے دوبارہ آ گئے اور غزوۂ احد میں مسلمانوں کے ستر افراد شہید ہو گئے۔ اگر غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے حضرت عمرؓ کی رائے اختیار کی جاتی تو شاید آئندہ سال کفار میں لڑنے کی ہمت نہ رہتی۔ لیکن اللہ کے علم میں پہلے ہی سے تھا کہ مسلمان ایسا ہی کریں گے گویا یہ ان کی تقدیر تھی جیسا کہ ﴿لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ﴾ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ غزوۂ بدر کے تمام شرکاء اللہ کے ہاں ناقابل مواخذہ ہیں۔ وہ بخشے ہوئے ہیں بلکہ غزوۂ بدر سے بعد والی زندگی میں بھی ان میں سے کسی سے اگر کوئی غلطی سرزد ہوئی تو وہ پھر بھی جنگ بدر میں شریک ہونے کی برکت سے قابل معافی رہے۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

سورۃ الانفال کی ان آیات کے پس منظر میں حضرت عمرؓ کا جو واقعہ ہے، اس کو حضرت عمرؓ یاد کر کے بیان کیا کرتے تھے۔ رسول اللہؐ نے سیدنا ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرما لیا اور میری رائے کو قبول نہ کیا۔ چنانچہ قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کرنے کا فیصلہ ہو گیا۔ اگلے روز صبح کے وقت میں آنحضورؐ کے پاس گیا۔ ان کے پاس حضرت ابوبکرؓ بھی بیٹھے تھے اور دونوں بزرگ رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ آپ اور آپؐ کے یارِ غار کیوں رو رہے ہیں؟ یا رسول اللہؐ مجھے بتایئے، تاکہ میں بھی آپ دونوں کے رونے میں شامل ہو جاؤں۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا: "فدیہ وصول کرنے کے فیصلہ پر اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ لوگوں پر آنے والا عذاب دکھایا، وہ عذاب اس سامنے والے درخت سے بھی قریب آ چکا تھا۔ مگر اللہ نے اپنی رحمت سے ٹال دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی یہ آیات نازل کیں۔" (جن کا اوپر ذکر ہوا ہے)

سورۃ الانفال کی یہ آیات (27-28) حضرت عمرؓ کے "موافقات" میں سے ہیں کہ حضرت عمرؓ نہایت صائب الرائے تھے۔ ان کی رائے کے موافق قرآن کریم نازل ہوتا۔ ان کی رائے کی تائید میں قرآن حکیم کی صرف یہی ایک آیت نازل نہیں ہوئی، بلکہ اس کے علاوہ بھی کئی آیات ہیں جن سے ان کی شخصیت نمایاں ہوتی ہے۔ صحیح بخاری (باب: اسلام عمر) میں ہے کہ: "عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کسی معاملہ میں یہ کہتے تھے کہ "میرا اس کی نسبت یہ خیال ہے...... تو ہمیشہ وہی پیش آتا تھا جو ان کا گمان ہوتا تھا۔"

قابل توجہ بات یہ ہے کہ آئندہ جنگوں میں قید ہونے والوں کے بارے میں مستقل طور پر حضرت عمرؓ کی رائے کو بطور پالیسی نہیں اپنایا گیا۔ وہی بات بطور پالیسی سامنے آئی جو غزوۂ بدر میں اختیار کی گئی۔ قرآن حکیم میں ہے ﴿فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً﴾ (سورہ محمد: 4) (تمہیں اختیار ہے کہ) احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کرو۔" غزوۂ بدر چونکہ اسیران کے حوالے سے پہلا موقع تھا، اس لیے اس بارے میں سمجھایا گیا کہ جنگ میں خوب غلبہ پانے کے بعد فریقِ مخالف کے لوگوں کو قید کیا جائے، گویا غزوۂ بدر میں بات صرف تکمیل غلبہ پانے کی ہے، تاکہ مخالف فریق مسلمانوں کو کسی طور پر بھی کمزور خیال نہ کرے۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اگر تمام اسیران بدر کو قتل کر دیا جاتا تو وہ لوگ جنت سے محروم رہ جاتے، جو اس اسیری کے بعد ایمان لے آئے۔ بہرحال صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ کی رائے میں جو مضبوطی تھی، یہ دراصل اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے اور آنحضورؐ کی تربیت کا نتیجہ تھا، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے؟ ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (آل عمران: 174) "اور آپؐ انہیں کتاب (قرآن مجید) اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔"

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ "قرآن اکیڈمی جھنگ" میں

25/دسمبر بروز جمعۃ المبارک تا 31/دسمبر بروز جمعرات نماز ظہر

مبتدی تربیت گاہ

منعقد ہو رہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ مبتدی رفقاء اس میں شامل ہوں۔ اس کے علاوہ

31/دسمبر بروز جمعرات تا 2 جنوری بروز ہفتہ

امراء ونقباء ورکشاپ

بھی منعقد ہوگی۔ موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں۔

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

برائے رابطہ: مختار حسین فاروقی 0301-6998587
(042) 36316638
36366638-36293939

☆ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی قرآنی تحریک سے ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہو گیا

☆ قرآنی محافل کی تشہیر کے لیے بل بورڈز اور سیٹلائٹ چینلز کا استعمال بھی کیا جانا چاہیے

☆ اختلاف طبائع کا تقاضا ہے کہ دورۂ ترجمہ قرآن کے مفصل اور خلاصہ مضامین قرآن کے مختصر پروگرام ساتھ ساتھ چلنے چاہئیں

☆ میں اب تک دس مرتبہ دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کر چکا ہوں

دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کے حوالے سے

قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی کے ناظم تعلیمات

جناب شجاع الدین شیخ کا انٹرویو

ملاقات: محمد [illegible]

محترم شجاع الدین شیخ کراچی میں تنظیم کے نمایاں مدرسین میں سے ہیں۔ انہوں نے ایک مختصر سے عرصے میں دینی اعتبار سے اتنے سنگ ہائے میل عبور کیے ہیں کہ ان کی قسمت پر رشک آتا ہے۔ ہمارے ایک میمن دوست تھے جو ایک ایسے موقع پر داغ مفارقت دے گئے جب مشرقی پاکستان میں فوجی ایکشن اور اس کے نتیجے میں جدال وقتال جاری تھا۔ بڑے ہی خوش مزاج تھے۔ ہم اکثر انہیں چھیڑتے تھے کہ بھائی پٹیل مرنے کے بعد کدھر جانا ہے۔ وہ مسکراتے ہوئے کہتے کہ جدھر دو پیسہ کا فائدہ ہوگا ادھر ہی جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں فائدہ والی جگہ پر پہنچا دے۔ شجاع الدین شیخ بھی میمن ہیں لیکن کسی بھی زاویے سے میمن نظر نہیں آتے۔ وہ بھی غالباً دو پیسے کے فائدے کے چکر میں CA کا کورس کر رہے تھے۔ جب انہیں نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ معلوم ہوئی کہ ”تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے“ تو انہوں نے تعلیم ادھوری چھوڑ کر تعلم و تعلیم قرآن کو کیریئر کے طور پر اپنا لیا اور اس وقت وہ قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں ناظم تعلیم کے منصب پر فائز ہیں۔ ان سے ہم نے دورۂ ترجمہ قرآن پروگرام کے بارے میں تاثر معلوم کرنا چاہا۔ اُن کی یہ گفتگو نذر قارئین ہے۔

س: برادرم شجاع الدین صاحب! آپ سب سے پہلے طور پر اپنے حالات زندگی کے بارے میں بتایئے؟

ج: جزاک اللہ! آپ نے مجھے دورۂ ترجمہ قرآن کی حکمت اور افادیت کے حوالے سے اپنے تاثرات پیش کرنے کا موقع دیا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ 1998ء میں میں نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ ہمارا گھرانہ معروف معنوں میں کوئی مذہبی گھرانہ نہیں تھا۔ میرے دادا جان کسٹم سے ریٹائر ہوئے تھے اور والد صاحب بھی کسٹم ہی سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان دونوں حضرات نے ہمیں رزق حلال ہی کھلایا، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دین کی طرف رہنمائی اور اس کے لئے محنت کی توفیق عطا فرمائی۔ اسکول کے زمانے میں ہمارے ایک استاد تھے جن کا تعلق بریلوی مکتبہ فکر سے تھا۔ انھوں نے عربی زبان سیکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ چنانچہ 89-1988ء میں صدر میں ایک ادارہ جمعیت عربیہ پاکستان سے کچھ عربی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس کے بعد مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کا کچھ لٹریچر پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ ہمارے محلے میں جماعت اسلامی کے ایک بزرگ تھے۔ ان سے ہمارے خاندانی مراسم بھی تھے۔ انہوں نے مسجد میں ایک مدرسے کی صورت میں عربی زبان کی تدریس کا کام شروع کیا۔ قرآن کا ترجمہ اور حدیث کا مطالعہ کرواتے تھے۔ میرے ایک کزن نے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دعوتی لٹریچر کی طرف توجہ دلائی۔ پرنس روڈ میں ان کی رہائش تھی۔ تنظیم اسلامی کا کراچی میں جو پہلا دفتر آرام باغ کے پاس قائم ہوا تھا وہاں میرا آنا جانا ہوا اور محترم ڈاکٹر صاحب کے ویڈیو کیسٹس دیکھنے کا موقع ملا۔ اپنی تعلیمی مصروفیات کی بناء پر میں تقریباً تین ماہ میں ایک کیسٹ دیکھ پاتا تھا۔ اس طرح قرآن کریم سے مناسبت پیدا ہوئی۔ 1998ء کا دورۂ ترجمہ قرآن تو محترم ڈاکٹر صاحب نے قرآن اکیڈمی، ڈیفنس میں کیا تھا۔ اس پروگرام میں بیس دنوں تک انہی کزن کے ساتھ جنہوں نے اس طرف راغب کیا تھا، شرکت کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ نے 1996-97-98ء میں اعتکاف کی سعادت عطا فرمائی۔ اس اعتکاف کے ساتھ خلاصۂ مضامین قرآن بیان کرنے کا موقع ملا۔ وہ خلاصۂ حیدر آباد کے محترم غلام مصطفیٰ مرحوم نے مرتب کیا تھا۔ محلہ کی مسجد تھی۔ کچھ اختلافات کی بناء پر مسجد کے اندر بیان کرنے کی اجازت نہ ملی، البتہ مسجد کے باہر فٹ پاتھ پر کھلے آسمان تلے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کی توفیق عطا فرمائی۔ 2000ء میں پہلی مرتبہ قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں دورۂ ترجمہ قرآن کا موقع ملا۔ یہ میرا پہلا موقع تھا اور یہ جگہ وہ تھی جہاں تنظیم کے اکابرین دورۂ ترجمہ قرآن کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خصوصی مدد فرمائی اور محترم ڈاکٹر صاحب کے 1998ء کے دورۂ ترجمہ قرآن سننے اور اس کے نوٹس لینے کا موقع ملا۔ محترم انجینئر نوید احمد صاحب جو ہمارے استاد ہیں، ان کی یہ شفقت رہی کہ وہ بھی رات کو وہیں قیام کرنے لگے۔ میں بھی وہیں مقیم تھا۔ وہ رات کو اگلے دن کے دورے کی تیاری کروایا کرتے تھے۔ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے اب تک دس مرتبہ دورۂ ترجمہ قرآن کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

س: آپ تو CA کرنے لگے تھے۔ تعلم و تعلیم قرآن کی طرف رجحان کب پیدا ہوا؟

ج: اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی طرف کھینچ لے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی کتابیں پڑھنے اور دیگر علماء کی محافل میں شرکت کے نتیجے میں ذہن بن رہا تھا۔ بالخصوص محترم ڈاکٹر صاحب کے 1998ء کے دورۂ ترجمہ قرآن میں شرکت کے بعد محسوس ہوا کہ کرنے کا اصل کام تو یہی ہے۔ یہی مقصد زندگی ہے۔ CA کی طرف آنے کا رجحان بھی ہمارے بڑے کزن اور ہمارے ایک دوسرے کزن کے اس جانب راغب کرنے پر پیدا ہوا۔ 1997ء میں آڈٹ فرم جوائن کی۔ اس دوران بھی کشمکش جاری رہی۔ میں ایک عام طالب علم تھا۔ کچھ زیادہ ذہین نہیں تھا جس کی وجہ سے زیادہ پیپرز پاس نہیں ہو سکے۔ اس وقت وہ انٹر کہلاتا تھا۔ اب وہ فاؤنڈیشن کہلاتا ہے۔ اس تک پہنچ گیا تھا۔ فائنل

اسٹیج باقی تھا۔ اس طرف ذہن منتقل ہوا۔ اسی CA کرنے کے دوران جمعہ کی خطابت کا موقع بھی ملا۔ پہلے میں گھر جاتا تھا۔ کپڑے بدلتا تھا۔ پینٹ شرٹ میں ہوتا تھا۔ شلوار قمیض پہن کر مسجد جاتا تھا۔ 2001ء میں ذہن بن چکا تھا کہ یکسالہ کورس کرنا ہے۔ گھر والوں سے مشورہ کیا۔ ہمارے وہی کزن جنہوں نے مجھے اس لائن میں ڈالا اور محترم ڈاکٹر صاحب سے بھی متعارف کروایا تھا، انہوں نے بھی یہی مشورہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی آزمائش میں نہیں ڈالا۔ 2001ء میں قرآن اکیڈمی میں الحمدللہ یکسالہ کورس جوائن کرلیا۔ جب کورس مکمل ہوا تو قرآن کریم کی درس و تدریس کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل بھی شامل حال تھا اور اس نے آسانی بھی پیدا فرمائی۔ قرآن کریم کی خدمت کی طرف اس نے رہنمائی فرمائی۔ اس میں میری فیملی کو بھی کریڈٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان کی طرف سے کوئی رکاوٹ کا معاملہ نہیں ہوا۔

س: دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کے دوران آپ کے احباب کے ساتھ بھی بے شمار روابط رہے ہوں گے۔ کوئی ایسا واقعہ بیان کیجیے جو ناقابل فراموش ہو۔

ج: الحمدللہ کئی ایک مثالیں ہیں۔ ایک صاحب سودی لین دین میں ملوث تھے۔ جب انہوں نے سود کے بارے میں آیات سنیں تو ایسا نہیں کہ انہوں نے کوئی مہلت لی ہو، فوری طور سے اپنے بینکرز کو سودی معاملات ختم کرنے کی ہدایت دی۔ ایک صاحب کے بارے میں پتہ چلا کہ جو اپنے کسی دوست کے توسط سے آئے تھے، جن کا کہنا تھا کہ یہ بالکل دہریہ قسم کا انسان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نہ نماز پڑھوں گا نہ تراویح پڑھوں گا۔ قرآن کا ترجمہ سنوں گا۔ حیرت کی بات ہے کہ سولہ دن کے بعد ان میں تبدیلی برپا ہوگئی۔ اب وہ ماشاء اللہ نماز پڑھنے والے، قرآن کی تلاوت کرنے والے اور دوسروں کو دین کی دعوت دینے والے بن چکے ہیں۔ اسی طرح 2004ء کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ پروگرام میں نظر آئے، جن کی عمر تقریباً نوے سال کے لگ بھگ تھی۔ ہم تو جوانوں کو اس پروگرام کے دوران دیکھتے ہیں کہ انہیں ٹیک لگانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ لوگ آرام کے لئے اونگھ بھی لیتے ہیں۔ ان بزرگ کو میں نے دیکھا کہ اس کبرسنی کے باوجود انہوں نے نہ ایک بار ٹیک لگائی اور نہ انہیں اونگھ آئی۔ ایسے ہی خواتین کی مثالیں میرے علم میں آئی ہیں جو پروگرام میں شرکت کرتی ہیں۔ گھر جا کر سحری تیار کرتی ہیں۔ صبح بچوں کو تیار کر کے اسکول روانہ کرتی ہیں۔ خود بھی اسکول میں پڑھاتی ہیں۔ دوپہر اسکول سے واپسی پر افطار کی تیاری میں لگ جاتی ہیں۔ کیسے اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں فرصت مہیا فرماتا ہے اور وہ قرآن کی طرف کھچی چلی آتی ہیں۔ ایک جوڑے کی مثال میرے سامنے موجود ہے۔ یہ لوگ فلم انڈسٹری سے وابستہ تھے۔ ماڈلنگ کا معاملہ تھا۔ ایک دن خاتون پروگرام کے بعد باہر نکلی ہیں تو انہوں نے برقعہ پہنا ہوا تھا۔ شوہر سے کہنے لگیں۔ چلئے جی گھر چلتے ہیں۔ شوہر حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ آپ ہیں کون؟ کہنے لگیں آپ اپنی بیوی کی آواز نہیں پہچانتے؟ شوہر نے کہا کہ یہ تمہیں کیا ہوگیا؟ کہنے لگیں، کچھ نہیں ہوا۔ سورۂ نور بھی سن لی، سورۂ احزاب بھی سن لی، اللہ تعالیٰ کا حکم سامنے آگیا۔ کہنے لگے، یہ برقع تمہیں کہاں سے مل گیا۔ ان کی آنکھیں اشک آلود تھیں۔ کہنے لگیں کہ میں نے تو اللہ کی نافرمانی میں زندگی برباد کرڈالی۔ خواتین ہی میں سے ایک نے یہ برقع تحفے میں دیا ہے۔ ایسی کئی مثالیں ہیں جن کی زندگیوں میں تبدیلی دیکھ کر ہمیں رشک آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس طرح قرآن سننے والوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تحریک نے کون سا انقلاب برپا کردیا۔ قرآن سننے، سنانے اور پڑھنے پڑھانے والوں کی بلا مبالغہ ہزاروں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن کی زندگیوں کی تبدیلی سے ان کے خاندان میں انقلاب برپا ہوگیا۔ یہ کام نسلوں میں پھیلے گا۔ ان شاء اللہ

س: دورۂ ترجمہ قرآن کے حلقے میں اضافے کے لئے آپ کیا تجویز پیش کرتے ہیں؟

ج: قرآن حکیم کی ان محافل میں اضافہ کے بارے میں ہمارے بعض ساتھیوں کی طرف سے تجاویز آئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس کی مارکٹنگ میں خاصی کمی ہے۔ اکثر و بیشتر لوگ word of mouth کے ذریعہ پہنچتے ہیں۔ مجھے پتہ چل گیا تو آپ کو بتایا، آپ نے کسی اور کو بتایا۔ گوکہ advertisement کے اس دور میں word of mouth بھی بہت بڑا ذریعہ ہے، لیکن جو جدید ذرائع ہیں مثلاً بل بورڈ وغیرہ، ان کو بھی استعمال کیا جانا چاہیے۔ اسی طرح سیٹلائٹ چینل کو بھی تشہیر کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح ہم ایک بڑے حلقے کو اس پروگرام کی اطلاع دے سکتے ہیں۔

س: ہمارا یہ پروگرام تقریباً ساڑھے چار گھنٹوں پر محیط ہوتا ہے۔ ہم خلاصۂ مضامین قرآن کا پروگرام بھی کرتے ہیں، جس میں نسبتاً کم وقت لگتا ہے۔ کوئی درمیانی صورت بھی پیدا کی جاسکتی ہے؟

ج: یہ تو وہی بات ہے کہ ع ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔ طبیعتوں اور مزاجوں کا معاملہ مختلف ہوتا ہے۔ بعض حضرات کو مختصر دورانیہ کا پروگرام Suit کرتا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ فجر تک بٹھالیں۔ لہٰذا ان اس اختلاف طبائع کا تقاضا ہے کہ کچھ پروگرام تو ترجمہ اور تشریح کے ہوں اور بھرپور ہوں۔ اس کی پیاس رکھنے والے ہر علاقے میں پہنچ جاتے ہیں۔ آمد و رفت ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں۔ کچھ پروگرام مختصر ہونے چاہئیں۔ اس کی اپنی افادیت ہے جس کو ہم انگریزی میں کہتے ہیں کہ Something is better than nothing۔ کچھ نہیں ملا تو پورا چھوڑیں بھی نہ، کچھ تو حاصل ہو۔ یہ دو مزاج بالعموم ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔ رہی درمیانی شکل جس کا آپ نے تذکرہ کیا ہے، اس کی بھی اپنی افادیت ہے۔ پورا بھی حاصل کیا جائے اور کم سے کم وقت میں حاصل کیا جائے۔ الحمدللہ! اس سال میں نے اپنے پروگرام میں یہ کوشش کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس اعتبار سے کامیابی بھی عطا فرمائی ہے کہ عام طور پر ہمارے دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام 90-90 گھنٹے میں ہوتا رہا۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے پروگرام تو 108 گھنٹے تک بھی ریکارڈ ہوئے ہیں۔ لیکن ہم اس کو بتدریج کم کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ 72 گھنٹے تک لایا جائے۔ 72 گھنٹے سے میری مراد قرآن کریم کے ترجمے اور تشریح کے اعتبار سے ہے۔ اگر ہم اس کو کچھ اور بھی کم کرنے میں کامیاب ہوگئے تو میں سمجھتا ہوں کہ اسے 65 گھنٹے تک لایا جاسکتا ہے۔ اگر ہم صرف ترجمہ ہی پڑھ دیں۔ شراب کی حرمت کے بارے میں آیت آگئی ﴿لا تقربو ا الصلوٰۃ و انتم سُکٰری﴾ صرف ترجمہ بیان کریں اور تشریح نہ کریں تو یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے کہ نماز کے علاوہ شراب پی جاسکتی ہے۔ اس کو کنٹرول کرنے کے لئے چند تجاویز ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے شروع کیا تھا کہ نماز کی ترتیب اس طرح ہو 8+4+4+4 رکعتیں۔ آج کل ہماری ترتیب 4+8+8 ہے۔ اس سال ایک تجویز آئی تھی جس کی ضرورت پیش نہیں آئی کہ ترتیب یوں ہو 12+8۔ اس سے تھوڑے سے وقت کا فرق پڑ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ قراء حضرات قراءت کی رفتار میں تھوڑا سا اضافہ کردیں۔ ان کی معاونت کی ضرورت پڑے گی۔ آئندہ سالوں میں رمضان المبارک کے مہینے گرمیوں میں آئیں گے۔ اس

وقت تو مجبوری ہوگی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ چند مقامات پر بھرپور پروگرام ہوں اور چند مقامات پر خلاصے کے پروگرام ہوں۔ جو لوگ سالہا سال سے دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں میں آرہے ہیں، ان کی ضرورت بھی پوری کی جاسکے اور جو لوگ خلاصے کے پروگراموں میں آرہے ہیں ان کی ضرورت بھی پوری ہوتی رہے۔ میری گزارش تو یہ ہے کہ ہم اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ ہر بات کو ہر ہر مرتبہ تفصیلاً بیان کرنا ضروری نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کی آیات سورۂ توبہ:33، سورۂ محمد ﷺ:28، سورۃ الصف:9 آخری مرتبہ سورۃ الصف میں ہے، یہاں تفصیل بیان کردیں۔ باقی مقامات پر اشارتاً بیان کردیں۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے بنیادی فرائض چار مقامات پر بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ البقرہ: 152-169 سورۂ آل عمران: 164 سورۂ جمعہ:2۔ بقیہ مقامات پر اشارتاً اور آخری مقام پر تفصیلاً بیان کردیں۔ جہاں مختصر بیان کررہے ہوں وہاں محترم ڈاکٹر صاحب کے متعلقہ کتابچے کا حوالہ بھی دے دیں۔ یہاں پھر مزاجوں کی بات ہے۔ میرا مزاج آیات قرآنی کے حوالے سے زیادہ ہے۔ مجھے چاہئے کہ ایک مرتبہ متعلقہ آیات رک کر نوٹ کروادوں۔ بار بار تمام آیات پر گفتگو ضروری نہیں۔ اس طرح احادیث مبارکہ بھی بیان ہوتی ہیں۔ اب اگر ہر ہر مرتبہ آپ حدیث بیان کریں گے تو معاملہ تفصیلی ہوجائے گا۔ اسی طرح معاشرے میں کچھ خواہ مخواہ کے اعتراضات بھی ہیں۔ ہم پہلے اعتراض و اشکال بیان کریں۔ پھر ان کے جوابات دینے کی کوشش کریں۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ ذہن جن کے اعتراض ختم نہ ہوں وہ بھی خراب ہوجائیں اور جب ہم اشکال کی تشریح میں جائیں گے تو اس میں وقت کافی لگ جائے گا۔ اشکالات کو چھوڑ دیں۔ قرآن کی دعوت کو لے کر چلنے کی کوشش کریں اور جہاں ناگزیر ہو جیسے انکار سنت کا فتنہ ہے تو وہاں ہمیں وقت لینا چاہئے لیکن وہ بھی بقدر ضرورت ہی ہو۔ اسی طرح ہمارے ساتھی ماشاء اللہ اشعار بیان کرتے ہیں تو ان سے درخواست ہے کہ اشعار کی تعداد بھی کم کریں۔ اگر ہم پہلے سے ذہن بنا کر رکھیں کہ فلاں مقام پر آپ نے بات کرنی ہے تو کریں فلاں جگہ نہیں کرنی ہے تو نہ کریں۔ ہوتا یہ ہے کہ ذہن بنا ہوا نہیں ہوتا۔ ہم ہر جگہ تفصیل میں چلے جاتے ہیں اور جب گھڑی پر نظر پڑتی ہے تو معاملہ ہاتھ سے نکلا ہوا ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

سحر کا روشن افق یہیں ہے

محمد سلیم قریشی

ذہن، زندگی، عقل اور جذبوں میں یہودی پس منظر اور بھارتی لابی کے زیر اثر سیمور ہرش کے پاکستان، افواج پاکستان اور پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کے خلاف ''ہنرمندی'' سے ترتیب دیئے ہوئے مضمون میں ناروا تعصبات کی شکار عقل اس وقت پریشان خیالی میں بدل جاتی ہے جب وہ اسلام اور مسلمانوں کی اصل طاقت ''اسلامی عقیدے اور اس سے پھوٹنے والے افکار'' اور اسلام کی ایک ''عالمی آئیڈیالوجی'' اور سیاسی نظام ''خلافت'' کو دنیا میں پھیلتا محسوس کرتا ہے۔ خلافت پسند عناصر ''عظیم خطرے'' کی نشاندہی کرتے ہوئے ہرش لکھتا ہے: ایک بھارتی افسر نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا ''ہم پاکستان کے جوہری ہتھیاروں سے اس لئے خوفزدہ نہیں کہ ملا ایک روز پاکستان پر قابض ہوجائیں گے۔ ہمیں خوف دراصل افواج پاکستان کے ان سینئر افسروں سے ہے جو ''خلافت پسند'' ہیں''۔

امریکہ کے دور سامراجیت اور عہد غلبہ میں جو 1945ء کے بعد شروع ہوا دو بڑے محاذ تھے۔ ایک اشتراکیت جسے ختم کرنا امریکہ کی ترجیح اول تھا، کیونکہ عملی طور پر نافذ تھا۔ سرد جنگ کے نام سے جاری جنگ کے ذریعے اسے بڑی حد تک ختم کردیا گیا۔ دوسرا محاذ اسلام اور امت مسلمہ کا ہے۔ اس محاذ کی اہمیت یہ ہے کہ باقی سب گروہوں میں امت مسلمہ کا گروہ سب سے بڑا، فکری لحاظ سے زیادہ جامعیت کا حامل ''خلافت'' کے 1300 سالہ عظیم عہد کا وارث اور انسانیت کو عظیم سانحات اور پریشانیوں سے دوچار کردینے والے ''سرمایہ دارانہ نظام'' کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ امریکی مفکر ''فوکو یاما'' نے ''اینڈ آف ہسٹری'' میں اس خوف کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے ''سرمایہ دارانہ نظام انسان کے لئے دنیا میں لافانی نجات کا ذریعہ ہے۔ اسلام اپنی تمام تر کمزوریوں اور شکست و ریخت کے باوجود اس کامیاب طرز زندگی کے لئے خطرہ ہے''۔ اسلام سے وابستہ یہ وہ اہم خطرات ہیں جن کی وجہ سے مغرب اور امریکہ طوفان کی طرح مسلمانوں پر چڑھے چلے آرہے ہیں۔

مسلم برصغیر کی روح کمال اقبال نے کہا تھا کہ طوفان کا سامنا صرف طوفان کرسکتا ہے۔ ع عشق خود ایک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام۔ اس عشق نے جس دن وحدت فکر و عمل کی صورت اختیار کی وہ ''خلافت'' کے احیاء کا دن ہوگا۔ خلافت کو لارڈ کرزن مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی اور روحانی طاقت سے تعبیر کرتا ہے۔ خلافت کے خاتمے کے بعد پارلیمنٹ میں ترکی کے حوالے سے اپنی حکمت عملی کا دفاع کرتے ہوئے اس نے کہا تھا ''اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ترکی کو تباہ کردیا گیا ہے۔ اب وہ کبھی اپنی عظمت رفتہ کو بحال نہیں کرسکتا، کیونکہ ہم نے اس کی روحانی طاقت خلافت اور اسلام کو تباہ کردیا ہے''۔ خلافت کے خاتمے کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ ادارہ اور قوت موجود نہیں رہی جس نے مسلمانوں کو متحد کر رکھا تھا۔ خلافت ختم ہوئی تو مغرب نے بآسانی ایک عظیم ریاست کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کردیا اور کوشش کی کہ وہ جنگ و جدل اور انتشار سے تباہ حال رہیں۔ اس کے باوجود مغرب اور امریکہ خلافت سے خائف ہیں اور انہیں کسی بھی مسلمان جماعت، گروہ یا فرد کی کسی بھی عسکری اور فکری جدوجہد میں خلافت کا احیاء نظر آتا ہے۔ سابق برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے لندن دھماکوں کے بعد پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا ''یہ لوگ صرف یہ نہیں چاہتے کہ ہم عراق سے نکل جائیں، یہ چاہتے ہیں اسرائیل ختم ہوجائے۔ یہ پورے مسلم ممالک کی ایک سلطنت چاہتے ہیں۔ یہ لوگ خلافت چاہتے ہیں''۔ سابق امریکی نائب صدر ڈک چینی نے 2007ء میں کہا تھا ''ان کا اصل ہدف ایسی خلافت کا قیام ہے جو اسپین، شمالی افریقہ، مشرق وسطیٰ، جنوبی ایشیا اور

انڈونیشیا تک پھیلی ہوگی اور وہ خلافت یہاں پر پہنچ کر رک نہیں جائے گی"۔

مسلمانوں کے اتحاد کے لئے خلافت کتنی اہم ہوسکتی ہے یہ بات مغرب بخوبی جانتا ہے۔ اس لئے خلافت کے احیاء کو روکنے کے لئے خلافت کو ایک ایسے پسماندہ نظام کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جب حکمران بڑی عیاشی کی زندگی گزارتے تھے۔ اس دور کے معاشی حالات، صفر افراط زر، بے روزگاری کا نہ ہونا، بنیادی ضروریات کا پورا ہونا، زکوٰۃ کا لینے والا نہ ہونا، ہزار سال تک دنیا کی واحد سپر پاور ہونا اور سائنسی، ثقافتی اور تہذیبی ترقی کا ذکر کیا جائے تو یہ بھاگ جاتے ہیں۔ اس زمانے میں مسلمانوں کی تعلیم گاہوں اور صنعتی ترقی کا یہ حال تھا کہ شاہ برطانیہ جارج دوم نے خلیفہ ہشام کو لکھا تھا "ہم نے آپ کی تعلیم گاہوں اور صنعتوں کی عظیم ترقی اور بہتات کے متعلق سنا ہے۔ ہماری خواہش ہے ہمارے بیٹے بھی ان چیزوں کو سیکھیں"۔ خلافت کے زمانے کا عدالتی ریکارڈ دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ 1300 سال میں 200 سے بھی کم ہاتھ کاٹے گئے۔ آخری دنوں میں جب خلافت بہت کمزور ہوگئی تھی تو عالمی صیہونی تنظیم کے سربراہ ڈاکٹر ہرٹزل کی فلسطین کی زمین کا کچھ حصہ خریدنے کی درخواست کے جواب میں خلیفہ عبدالحمید ثانی نے کہا تھا "میں فلسطین کی زمین کا ایک ہاتھ برابر حصہ بھی نہیں بیچ سکتا۔ فلسطین میری نہیں مسلم امہ کی زمین ہے"۔ والٹئر کے تحریر کردہ ڈرامہ میں توہین رسالت پر خلیفہ نے فرانس کے سفیر کو بلوایا، اسے لمبے عرصے انتظار کرانے کے بعد خلیفہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے جہاد کا مکمل لباس پہن رکھا تھا۔ خلیفہ نے سفیر کے سامنے تلوار رکھی اور اسے نکل جانے کا حکم دیا"۔ فرانس اور بعد ازاں برطانیہ میں بھی ڈرامہ فوری طور پر بند کردیا گیا۔

خلافت کے خاتمے کے بعد مغربی ایجنٹ اسلامی ممالک کے حکمران بنے تو مسلمانوں پر ظلم و تشدد اور بربادی حملہ آور ہوگئی۔ مسلمان ذلیل و رسوا ہوکر رہ گئے۔ فلسطین کی مسلم سرزمین پر یہودی ریاست قائم کردی گئی۔ کشمیر کو رستے ہوئے زخم کی صورت دے دی گئی۔ عرب اسرائیل جنگ، مشرقی پاکستان کا بنگلہ دیش بننا، روس کا افغانستان پر حملہ، ایران عراق جنگ، پہلی خلیجی جنگ، بوسنیا کی جنگ، چیچنیا میں قتل عام، ایسٹ تیمور کا قیام، افغانستان اور عراق پر امریکی قبضہ، سوڈان اور صومالیہ میں قتل عام اور اب پاکستان میں دہشت گردی کی آڑ میں انتشار اور انارکی، دنیا میں کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں مسلمان آباد ہوں اور وہاں مسلمانوں کا خون نہ بہایا گیا ہو۔ لیکن اس تباہی اور بربادی، اختلافات اور سوچ کے مختلف زاویوں کے باوجود بھی امت میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ایک لہر موجود ہے جو روز بروز بلند سے بلند تر ہورہی ہے۔

قوموں کے عروج و زوال میں قیادت بہت اہم ہوتی ہے۔ یورپ کو اچھی قیادت ملی تو آج یورپ ایک کرنسی، ایک دفاع، ایک پارلیمنٹ اور ایک خارجہ پالیسی کے تحت متحد ہے۔ لیکن اگر قیادت نااہل ہو جیسا کہ اکثر مسلم ممالک میں ہے اور حکمران ایک امت، ایک خلافت یا پھر ایک مسلم یونین پر متحد نہیں تو پھر افراد کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور دشمنوں کے اقدامات کی نگرانی و چوکسی، تنقید و احتجاج اور تبلیغ و ابلاغ کا بوجھ ان پر آپڑتا ہے۔

تمام تر مشکلات کے باوجود امہ میں ایسے افراد اور جماعتیں موجود ہیں جو اسلام کے احیاء کے لئے سرگرم ہیں۔ کچھ عسکری تنظیمیں ہیں جو استعمار کے لئے زیادہ خطرہ نہیں۔ پاکستان میں دعوے کئے گئے کہ عسکریت پسند اسلام آباد سے 70 کلومیٹر رہ گئے، وزیرستان میں انہوں نے امارت کا اعلان بھی کردیا۔ لیکن جیسے ہی فوجی آپریشن شروع ہوا وہ بھاگنے پر مجبور ہوگئے یعنی چھوٹے چھوٹے عسکری گروہوں سے خطرہ نہیں، کیونکہ وہ کسی ریاست پر قبضہ نہیں کرسکتے۔ اسلام مخالف قوتوں کی اصل تشویش وہ جماعتیں ہیں جو سیاسی غلبے کے پُرامن حصول کے ساتھ ساتھ مخالف تہذیب کی فکری یلغار کو روکتے ہوئے اس نظام کی طرف لوگوں کو جمع کررہی ہیں، جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ جس سے اسلام کو غلبہ اور مسلمانوں کے مسائل درست طریقے سے حل ہوسکتے ہیں یعنی خلافت، مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور نشاۃ جدید کے ضمن میں اہم ترین چیز ہے۔ مغرب اور امریکہ حزب التحریر سے خائف ہیں جو چالیس سے زیادہ اسلامی ممالک میں پرامن طور پر سرگرم عمل ہے اور خلافت کے اس اسلامی نظام کے لئے کوشاں ہے جو انسانیت کے تمام مسائل کا حل، ہر طرح سے آزمودہ اور تمام زمانوں سے ہم آہنگ ہے۔

سیمور ہرش نے بھی اس مضمون میں حزب التحریر کی اس طرح نشاندہی کی ہے: "حزب التحریر جس کا مقصد ایک عالمی خلافت کا قیام ہے، پاکستان آرمی میں اثر ونفوذ قائم کرچکی ہے"۔ مغرب اور امریکہ چھوٹے چھوٹے عسکری گروپوں سے پریشان نہیں۔ وہ ایک ایسی ممکنہ فوج جو مسلمانوں کے اتحاد کا عالمی وژن رکھتی ہو اس سے خوفزدہ ہیں۔ ایسے تجزیوں کا بنیادی مقصد کسی واقعیت کا اظہار نہیں بلکہ پاکستان کے خلاف عالمی رائے عامہ ہموار کرنا اور دنیا کو پاکستان، افواج پاکستان اور پاکستان کے جوہری اثاثوں سے متعلق خوف اور دہشت میں مبتلا کرنا ہے۔

آج مسلمان اپنی تاریخ کے افسوسناک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ عالی مرتبت حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے "اسلام کی گرہیں ایک ایک کرکے کھولی جائیں گی، سب سے پہلی کھولی جانے والی گرہ خلافت کی ہوگی اور سب سے آخری گرہ نماز کی ہوگی" اور یہ بھی آپ کا فرمان ہے "تم میں نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اس کو اٹھا لے گا۔ پھر خلفائے راشدین کا دور ہوگا جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر وراثتی نما بادشاہتیں رہیں گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر ظالمین کی حکومتیں ہوں گی جب تک اللہ چاہے گا اور پھر خلافت ہوگی محمد ﷺ کے طریقے پر"

(بشکریہ روزنامہ "جنگ")

☆☆☆

ضرورت ویب ڈویلپر برائے شعبہ سمع وبصر

شعبہ سمع وبصر میں تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ کی ڈویلپمنٹ اور مسلسل مینٹیننس کے لئے پارٹ ٹائم یا فل ٹائم ویب ڈویلپر کی ضرورت ہے۔ جو کہ گرافکس اور ویب سائٹ ڈویلپمنٹ ٹولز کا تجربہ رکھتا ہو۔ تنظیم اسلامی سے وابستگی ترجیح شمار ہوگی۔

رابطہ: ناظم شعبہ سمع وبصر،

مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور

فون: 042-35862020، 0300-9479584

ای میل: info@tanzeem.org

قرآن اور میڈیکل سائنس

تنظیم اسلامی فیصل آباد کے ڈاکٹر جہانزیب ندیم صاحب کی بہترین کاوش، جس میں باطل نظریات کا بہت خوبصورتی سے قرآنی آیات کی روشنی میں رد کیا گیا ہے۔ ایک DVD پر مشتمل۔

ہدیہ صرف -/40 روپے

ڈاکٹر ابراہیم، گڑھی شاہو لاہور

فون: 0300-4624146

ترجمہ: محمد فہیم

افغان مجاہدین کی مزاحمت

روس کے خلاف جہاد، امریکہ کے خلاف دہشت گردی — کیوں؟

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب

"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"

کا قسط وار اُردو ترجمہ

حقیقت یہ ہے کہ سوویت یونین سے کسی مسلمان ملک جیسے سعودی عرب کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ سوویت یونین سے مسلمان ملکوں کے سرپرستِ اعلیٰ اور اتحادی امریکہ کو بھی کوئی خطرہ نہ تھا، کیونکہ نیوکلیائی ہتھیاروں سے مسلح دُنیا میں امریکہ اور یو ایس ایس آر کا ایک دوسرے کے بالمقابل ہونا بہت خطرناک اور غیر معقول حرکت شمار ہوتی۔ اصل بات یہ تھی کہ امریکی کیمپ سے وابستہ مسلمان ممالک کے لیے یہ ضروری امر تھا کہ وہ ریاستی سطح پر امریکہ کی سرکردگی میں چلنے والے جہاد میں اپنے امریکی آقاؤں کو راضی رکھنے کے لیے پوری دلی آمادگی کے ساتھ حصہ لیں۔ بظاہر ان کو ملحدانہ کیمونزم سے اسلام کو لاحق خطرات کا ازالہ کرنا تھا، جس کی بے تحاشا تشہیر کی گئی تھی۔ عوامی سوچ کے برعکس یہ جنگ مسلم ممالک میں سرکاری اہلکاروں کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ نہیں بلکہ جہاد فی سبیل الامریکہ تھی۔ چونکہ بہت سارے سعودی نژاد شہری خاندانِ سعود کی کرپشن، خود غرضی، دباؤ اور امریکہ کے ساتھ اس کی قربت کی وجہ سے نالاں تھے، لہٰذا افغان جہاد نے ان سعودیوں اور مصریوں کو اپنے برانگیختہ جذبات اور غصہ کو نکالنے کی ایک سبیل مہیا کی۔ اسی طرح اس جہاد سے پاکستان میں ضیاء الحق جیسے آمر کو اپنی ناجائز حکمرانی سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کا موقع بھی مل گیا۔

امریکہ کے دیئے گئے پیکج میں تین بنیادی اجزاء شامل تھے، جن کے ذریعہ "سرخ کفار" یعنی کیمونسٹوں کے خلاف جنگ کی حوصلہ افزائی اور اسے جاری رکھنے میں مدد مل سکتی تھی۔ یہ تین اجزاء تھے: تنظیم اور نقل و حمل، عسکری ٹیکنالوجی اور نظریاتی جذبہ و تعاون

ولیم کیسی کی سربراہی میں سی آئی اے کے ذریعے تاریخ کے سب سے بڑے خفیہ آپریشن کی ابتداء کی گئی۔ صدر ریگن نے "نیشنل سیکیورٹی ڈی سیشن ڈائریکٹیو 166" (NSDD 166) پر دستخط کیے، جس کی رو سے امریکہ کو تمام ممکنہ دستیاب ذرائع سے سوویت یونین کو افغانستان سے نکال پھینکنا تھا۔ امریکی کاؤنٹر انسر جنسی ماہرین نے پاکستان ملٹری ایجنسی آئی ایس آئی کے ساتھ مل کر مجاہدین کو منظم کرنے اور افغانستان کے اندر آپریشن کی منصوبہ بندی پر کام شروع کیا۔ 80 کی دہائی کے دوران پشاور اور اسلام آباد کے باسی بڑی تعداد میں امریکیوں کی موجودگی اور ان کی ان آپریشن میں مصروفیت کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ امریکہ کا اہم ترین کردار ایک بین الاقوامی نیٹ ورک کا قیام تھا جس کے ذریعے افرادی قوت اور سامان عرب اور اس سے آگے کی دُنیا سے مہیا کیے جاتے تھے۔ اسلام کے نام پر لڑنے والے ایسے لوگوں کی تلاش کی گئی، جو نظریاتی طور پر بہت زیادہ مخلص تھے۔ اس مقصد کے لیے دُنیا بھر میں سی آئی اے فنڈز کے ذریعے اخبارات اور نیوز لیٹرز میں جہاد میں شرکت کے لیے ترغیب و تشویق پر مبنی بہت مؤثر اشتہارات دیئے گئے۔

امریکہ کے ملوث ہونے پر ابتداء میں پاکستان کے خلاف ممکنہ سخت روسی ردِعمل کے پیش نظر اسلحہ اور ملٹری ٹیکنالوجی کی سپلائی میں بہت احتیاط سے کام لیا جاتا رہا۔ اس وقت لائحہ عمل یہ رہا کہ امریکی مداخلت کم سے کم نظر آئے، تاکہ کسی قسم کی شرکت سے انکار کا تاثر برقرار رکھا جاسکے۔

جنگ کے ابتدائی سالوں میں سی آئی اے نے روسی ساخت کا اسلحہ حاصل کیا، جو اسرائیلیوں نے مشرقِ وسطیٰ کی مختلف جنگوں کے دوران عربوں سے چھین لیا تھا۔ چونکہ جنگ کے دوران کے جی بی اور خاد نے پاکستان کے اندر کبھی کبھی دہشت گردانہ حملوں کا بھی التزام کیا، لہٰذا اب امریکہ نے زیادہ کھلے طور پر کام شروع کیا اور اس کی مہیا کردہ ٹیکنالوجی نے افغانستان میں سوویت جنگی سامان حرب و ضرب پر برتری پا کر اسے شکست دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

ریگن ڈاکٹرائن کے تیسرے جزو یعنی افغان مزاحمت سے نظریاتی تعاون کی غرض سے اس کی میڈیا کے ذریعے دُنیا بھر میں تشہیر کی گئی۔ امریکی ٹیلی ویژن چینلز "آزادی کے دلیر جنگجوؤں" پر تعریف کے ڈونگرے برساتے رہے۔ مسلمان ملکوں میں نمائش کے لیے سپیشل ڈاکومینٹری تیار کی گئیں۔ ایک غیر معمولی کاوش جس کا بہت کم تذکرہ کیا گیا ہے، وہ "اینٹی کیمونزم اور پرو جہاد" پروپیگنڈا تھا جو بہت ہی مؤثر رہا۔ اس کی ایک مثال نصابی کتابوں کا وہ سلسلہ ہے، جو 80 کے عشرہ کے دوران امریکی گرانٹس کے ذریعے 'مرکز تعلیم برائے افغانستان (Education Center for Afghanistan)' سے تیار کیا گیا، جسے مجاہدین خود چلاتے تھے۔ اس نصاب کے ذریعے کیمونزم کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے اسلامی مزاحمتی تحریک میں ان بیرونی قوتوں کے خلاف جذبہ ابھارنا تھا، جو مسلمانوں کی طرز زندگی کو بدلنے کی کوشش کرتی ہیں۔

کریگ ڈیوس کے مطابق اقوام متحدہ کے پروگرام سٹاف ممبرز نے ابتدائی 5 سالوں کے دوران نصابی کتابوں میں دی گئی تشدد اور عسکریت پسندی کے متعلق تصاویر اور عکسوں کو نظر انداز کیے رکھا، کیونکہ نبراسکا یونیورسٹی چاہتی تھی کہ لوگوں کو یہ نظر نہ آنے لگے کہ افغان معلمین پر امریکی اقدار تھوپنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

امریکہ کی سرپرستی میں تیار ہونے والی ایسی نصابی کتابوں کی افغانستان اور پاکستان میں دستیابی کی کمی نہ تھی، جو افغان بچوں پر زور دے رہی تھیں کہ وہ اپنے دشمنوں کی آنکھیں نکال لیں اور ان کی ٹانگیں کاٹ کر الگ

> جس جہاد کی آج نفی کی جارہی ہے، اور اسے دہشت گردی کا نام دیا جاتا ہے، امریکہ کی سرکاری رپورٹوں کی رو سے روسی قبضے کے زمانے میں یہ ایک نمایاں کارنامہ تھا

میڈیا کے ذریعے دُنیا بھر میں افغان جہاد کی تشہیر کی گئی۔ امریکی ٹیلی ویژن چینلز "آزادی کے دلیر جنگجوؤں" پر تعریف کے ڈونگرے برساتے رہے۔ مسلمان ملکوں میں نمائش کے لیے سپیشل ڈاکومینٹری تیار کی گئیں

کردیں۔ ان کتابوں میں بعض اپنی ابتدائی شکل میں تھیں۔ کئی سالوں بعد ان کی پہلی دفعہ چھپائی کرائی گئی۔ ایسی کتابیں سکولوں میں طالبان کے دورِ اقتدار بھی دستیاب تھیں۔ ان کتابوں کے علاوہ ایسی بہت سی رپورٹیں بھی تھیں جو روسی قبضہ کو انسانی تاریخ کی سخت ترین ظالمانہ کاروائی کے طور پیش کر رہی تھیں اور روسی قبضہ کے خلاف متشدد مزاحمت کو عین جائز جہاد قرار دے رہی تھیں۔ ان دستاویزات سے ہمیں افغانستان پر روسی اور امریکی قبضہ میں بہت ہی مطابقت، جبکہ اسے واگزار کرنے کے ضمن میں رویوں میں بہت اختلاف نظر آتا ہے۔ جو چیز اس وقت ناجائز گردانی جاتی تھی آج اسے جائز کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ افغانستان پر امریکہ کے قبضے کا روسی قبضہ کے دورانیے کا قریباً نصف (ان سطور کی اشاعت تک اب پورے آٹھ سال) ہو چکا ہے (1979-1988)۔ آج قابض فوجوں کے خلاف جس چیز کو دہشت گردی کہا جاتا ہے، اس چیز کو سوویت قبضہ کے دوران شاندار الفاظ میں بیان کیا جاتا تھا۔ مثلاً

"مجاہدین کی مختلف طریقوں سے فوجی امداد کی گئی ہے۔ انھوں نے وار کرنے میں اعلیٰ صلاحیتیں دکھائیں اور دوران سال ان کی کارگزاریوں پر موسمی تغیرات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ بہتر باہمی ربط اور ہوائی تحفظ کی سہولیات کی بدولت ملک کے بہت سے حصے روسی کنٹرول سے آزاد ہیں۔ اس وقت مجاہدین کا مورال بہت اونچا ہے۔ کئی پہلوؤں سے 1987ء کو "مجاہدین کا سال" کہا جا سکتا ہے۔" (بحوالہ رپورٹ "افغانستان پر روسی قبضے کے آٹھ سال" از کریگ کارپ)

آج جس جہاد کی نفی کی جا رہی ہے اور اسے دہشت گردی کا نام دیا جاتا ہے امریکہ کی اس سرکاری رپورٹ کی رو سے اس وقت یہ ایک نمایاں کارنامہ تھا۔ اس وقت شہروں اور آبادیوں پر حملوں کی حوصلہ افزائی کے ساتھ بھرپور امداد کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ یہ "شہروں کی جنگ" کہلائی جاتی تھی۔ متذکرہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ روسیوں اور حکومت نے 1987ء میں شہروں کی دفاع پر زیادہ توجہ دینا شروع کی۔ چنانچہ مجاہدین کے لئے شہروں کے اندر گھس کر کارروائیاں کرنا مشکل ہو گیا اور ان میں کمی بھی واقع ہو گئی۔ تاہم نزدیک مقامات پر حملوں کے نتیجے میں شورو غوغا اور ہلاکتوں کی وجہ سے شہری علاقوں کے تحفظ کے احساس کو بھی نقصان پہنچا اور وہاں بھی صورت حال متاثر رہی۔

اب ذرا سوویت یونین کی قائم کردہ حکومت کے متعلق زبان اور ایک سابق سی آئی اے ایجنٹ حامد کرزئی کی موجودہ کٹھ پتلی حکومت کے متعلق زبان کا موازنہ کیجئے۔

"کابل میں اپنے ہاتھوں تشکیل کردہ حکومت کی حیثیت کو بین الاقوامی سطح پر جائز گرداننے کے لیے سوویت یونین نے چھ مہینے کے دورے پر ایک وفد کو ڈپلومیسی مشن پر روانہ کر دیا۔ اس وفد کے دورہ کے دوران تقریباً تمام ملکوں کا جو موقف سامنے آیا وہ یہ تھا کہ افغان مسئلے کا واحد حل یہ ہے کہ سوویت یونین وہاں سے نکل کر واپس چلا جائے۔ فروری کے مہینہ میں نجیب اللہ نے پیشکش کی کہ وہ حزبِ اختلاف کے ساتھ بیٹھ کر برابری کی بنیاد پر بات کرنا چاہتا ہے۔ اس کے جواب میں مزاحمتی قوتیں اس پر مُصر تھیں کہ اگر بات کرنی ہے تو وہ صرف روسیوں سے بات کریں گی نہ کہ اس کٹھ پتلی حکومت سے"۔

اس رپورٹ کے مطابق امریکہ نے جہاد جاری رکھنے کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہوئے ہر پیشکش کو رد کر دیا۔ نجیب اللہ نے 1987ء کے موسم سرما کے دوران سابق شاہ ظاہر شاہ کے لیے بھی کسی قسم کے رول کو قبول کرنے کی پیشکش کر دی تھی بلکہ 14 جولائی 1987ء کو اُس نے اپوزیشن کے لیے متعین عہدوں کی بھی پیشکش کر دی، جن میں درجن بھر کیبنٹ وزراء سمیت وائس پریذیڈنٹ اور ڈپٹی پرائم منسٹر کی پوزیشن بھی شامل تھیں۔ انھوں نے پرائم منسٹر کی پوسٹ پر بات چیت کرنے کی گنجائش پر بھی بات کی اور بعد میں اس پوسٹ کی بالکلیہ پیش کش کر دی۔ گورباچوف کے ساتھ ایک میٹنگ کے بعد نجیب اللہ نے ایک پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ اگر اس کی ذات امن کی راہ میں رکاوٹ ہے تو وہ اس کے لیے نہ صرف اپنا عہدہ چھوڑنے کو تیار ہے، بلکہ اس کے لیے اپنی جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ تاہم اُس کی کوئی بھی پیشکش قبول نہیں کی گئی، کیونکہ یہ رائے پختہ ہو چکی تھی کہ اس کی حکومت کو بیرونی قابض فوجوں نے وجود بخشا ہے۔ مطالبہ یہ تھا کہ پورے سسٹم کو اس طرح بدلا جائے کہ وہ امریکہ کے اتحادی مجاہدین کے لیے قابل قبول ہو سکے۔ اس طرح امریکہ نے افغانستان کو ایک دلدل میں دھکیل دیا۔ وہ کسی قیمت پر "جہاد افغانستان" کو ختم کرنا نہیں چاہتا تھا، جبکہ اس کی مزید ضرورت بھی باقی نہیں رہی تھی۔ دراصل امریکہ کی یہ خصوصی پالیسی رہی ہے کہ وہ دشمن کے مکمل معدوم ہونے تک ہر معقول تجویز کی نفی کرتا رہتا ہے۔

اگر ہم واشنگٹن سے دستیاب دستاویزات کی تفصیلات کو دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ سوویت یونین کی افغانستان میں موجودگی کے آخری ایام میں ڈاکٹر نجیب جو پیش کش کر رہا تھا وہ امریکی پشت پناہی والے "مجاہدین" کے سامنے پوری سپر اندازی کے مترادف تھی۔ تاہم امریکہ کے نزدیک ہتھیار ڈالنے کے کوئی معنی نہیں جب تک کہ دشمن زندہ باقی رہے۔ کیونکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ یا تو ایٹم بم مار کر (جاپان کی مثال) کسی قوم کو مکمل تباہ کرنا چاہتا ہے، یا وہ موت کی شاہراہ پر (جس طرح کویت کے بہانے عراق کے ساتھ کیا) دشمن کو مکمل طور پر فنا کرنے کی منصوبہ بندی کرتا ہے۔ (جاری ہے)

❁❁❁

"ہم کو ہو جائے میسر عدل فاروقیؓ اگر"

طیب علی اطہر

دل لگا کر کام وہ مزدور کر سکتا نہیں
جس کی مزدوری سے اُس کا پیٹ بھر سکتا نہیں

ہیں وطن کی نعمتیں سرمایہ داروں کے لیے!
ان کی خواہش اک غریب انسان کر سکتا نہیں

میرے رہبر کو ہے نفرت گندگی کے ڈھیر سے
وہ غریبوں کے محلے سے گزر سکتا نہیں

زور ہے مانا بہت الحاد کے طوفان کا
شمعِ اسلام کو بے نور کر سکتا نہیں

ہم کو ہو جائے میسر عدلِ فاروقیؓ اگر
بھوک سے میرے وطن میں کوئی مر سکتا نہیں

جب تلک قائم نہیں ہوگا نظامِ مصطفیٰؐ!
قوم کا بگڑا ہوا حلیہ سُدھر سکتا نہیں

چاند اُبھر سکتا ہے اطہر ہر مہینے ڈوب کر
میری ملت کا ستارا کیوں اُبھر سکتا نہیں؟

بس ایک فیصلہ

اوریا مقبول جان

ایسے فقرے، دھمکیاں اور پُر غرور لہجے میں ادا کیے گئے الفاظ پہلے بھی گونجے تھے۔ تاریخ نے پچیس سال ایک خونی تماشہ دیکھا۔ گھر اجڑے تھے، لوگ یتیم، بیوہ معذور اور لاپتہ ہوئے تھے۔ لاکھوں کا پتہ تک نہیں چل سکا تھا کہ انہیں کون اٹھا کر لے گیا، کہاں رکھا، کتنا تشدد کیا، لاش جلا کر راکھ کر دی، گڑھے میں دفن کر دی یا سمندر میں مچھلیوں کی خوراک بنا دی گئی۔ امریکہ کیمونزم کے عفریت کو روکنے کی جنگ لڑ رہا تھا۔ لفظ دہشت گرد ابھی تک ایجاد نہیں ہوا تھا۔ اس وقت تخریب کاروں اور گوریلوں کا خاتمہ کرنا اور ان سے لوگوں کو نجات دلانا سب سے بڑا نعرہ تھا۔ آج کے باراک اوباما یا ہیلری کلنٹن کے فقروں کو ذہن میں رکھیے اور اس وقت کے امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کا یہ فقرہ ذہن میں لائیے جو اس نے چلی میں عوام پر دہشت مسلط کرنے کے بعد کہا تھا:

"Go communist due to irresponsibility of its people. I Don't see why we need to stand by and watch a country."

''میں نہیں سمجھتا کہ ہم کیوں خاموش تماشائی بنے رہیں، جبکہ ایک اس ملک کے عوام کی غیر ذمہ داری کی وجہ سے یہ کیمونسٹ ہو جائے'' (میں نے پورا فقرہ انگریزی میں لکھ دیا تاکہ جن کو اس زبان پر عبور ہے اور جو ہمیں جہالت کا طعنہ دیتے وہ خود سمجھ سکیں) ہنری کسنجر کے فقرے اس زبان کا آئینہ دار ہیں جو امریکہ اپنی شروع کی گئی ہر ایسی جنگ میں استعمال کرتا ہے جسے وہ دنیا میں امن قائم کرنے کے نام پر شروع کرتا ہے۔ ہمارے دور میں لڑی جانے والی دہشت گردی کی جنگ کوئی نئی نہیں۔ دنیا کیمونزم کے خلاف جنگ میں آگ اور خون میں لتھڑے ہوئے مناظر اور بے گوروکفن لاشے پہلے بھی دیکھ چکی ہے۔ ایک پورا براعظم جنوبی امریکہ ان زخموں کا گواہ ہے۔

یہ جنگ جو جنگ عظیم دوم کے بعد شروع ہوئی، اس کا بدترین ہدف جنوبی امریکہ کے پندرہ ملکوں کے معصوم عوام تھے۔ 1946ء میں امریکہ نے پانامہ کے شہر فورٹ گلی کن میں ان ملکوں کی افواج کی تربیت کے لیے سکول آف امریکاز (School of Americas) کی بنیاد رکھی۔ ان ملکوں کے عوام کو کچلنے کے لیے اسے بہترین اتحادی ان ممالک کی افواج میں سے ملے۔ اس سکول کا ظاہری مقصد تو قوموں کی تعمیر و ترقی اور پیداواری صلاحیتوں کو بڑھانا تھا، لیکن سی آئی اے نے اس کے خفیہ مقاصد یوں بنائے کہ انہیں اس قابل بنایا جائے تاکہ وہ امریکہ کی پشت پناہی کے ساتھ ان ملکوں کی حکومتوں کا تختہ الٹ کر وہاں کے تخریب کاروں اور گوریلوں کا خاتمہ کریں اور امریکہ کی اس جنگ میں اس کا ساتھ دیں۔ 1993ء میں امریکہ کی فوج نے اس سکول سے فارغ التحصیل ہونے والے ساٹھ ہزار افراد کی ایک لسٹ شائع کی جن میں اکثریت بدنام ترین ڈکٹیٹروں، ڈیتھ سکواڈ (موت کا قافلہ) کے ذریعے لوگوں کو قتل کرنے والوں، اجرتی قاتلوں اور تشدد سے ہلاک کرنے والوں کی تھی۔ اس سکول کے نصاب میں سی آئی اے کی سات ہینڈ بکس (Hand Books) سامنے آئیں۔

ان ہدایات کے کتابچوں میں گوریلوں کو قتل کرنے کی تراکیب، ان کے بیوی بچوں کو اغوا اور دیگر حربے اختیار کر کے بلیک میل کرنے کے طریقے، خفیہ جیلیں قائم کرنے، جسمانی تشدد اور خوف زدہ کرنے کے ہتھیار، سروں کی قیمت رکھنے اور لوگوں کو، گوریلوں کو پیسوں کے عوض پکڑنے کی ترغیبات کے طریقے درج تھے۔ ایک کتابچہ میں جاسوسی کے نظام اور عوام کو عوام کے خلاف مخبر بنانے کی تراکیب بتائی گئی تھیں۔ ایک اور کتابچے میں عوام کو مکمل طور پر کنٹرول کرنے اور قابو میں رکھنے کے طریقے درج تھے۔ ان طریقوں میں کرفیو کب، کہاں اور کیسے لگایا جاتا ہے، ملٹری چیک پوسٹیں کس طرح قائم کی جاتی ہیں اور ان سے کیا مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔ گھر گھر تلاشی کس طرح کی جاتی ہے اور سب سے اہم یہ کہ کس طرح راشن کارڈوں کے ذریعے جن علاقوں میں گوریلوں کے خلاف کارروائی ہو، وہاں خوراک فراہم کی جائے تاکہ آپ کے پاس وہ تمام ریکارڈ آ جائے اور آپ کسی بھی شخص پر کسی بھی وقت ہاتھ ڈال سکیں۔ سکول آف امریکاز میں ایک اور ہینڈ بک دی جاتی تھی جس میں ٹریننگ حاصل کرنے والوں کو ایک بلیک لسٹ ترتیب دینے کے لیے کہا جاتا جو ان کے ملک میں امریکہ کے مخالف تھے، کیمونسٹ تھے، گوریلوں یا تخریب کاروں کے خیر خواہ تھے۔ اس سکول کے خاتمے کے بعد جب یہ بلیک لسٹیں منظر عام پر آئیں تو ان میں انہی لوگوں کے نام ہی شامل تھے جو اس پچیس سالہ جنگ میں غائب کر دیے گئے۔

اس سکول میں ساٹھ ہزار لوگوں کو تربیت دے کر امریکہ نے واپس ان کے ملکوں میں بھیج دیا اور پھر کیمونزم کے خلاف اپنی جنگ کا آغاز کیا جو تخریب کاروں اور گوریلوں کے خاتمے کے نام پر تھی۔ کہا گیا ہے کہ یہ دنیا کا امن تباہ کرنا چاہتے تھے۔ پورے جنوبی امریکہ میں 140 امریکی اڈے قائم کیے گئے اور پھر اپنے کاسہ لیس اور تیار کردہ فوجیوں کے ذریعے ارجنٹائن، بولیویا، پیراگوئے، چلی اور برازیل میں حکومتوں کے تختے الٹ دیے گئے۔

یوں ان تمام ملکوں کے آمر حکمرانوں نے گوریلوں کے خلاف کارروائیاں شروع کیں۔ ہر کسی نے یہ راگ الاپنا شروع کیا کہ ہمارا ملک ان تخریب کاروں کی وجہ سے خطرے میں ہے، یہ ظالم ہیں، انسانیت کے دشمن ہیں، ہمارا امن برباد کرنا چاہتے ہیں۔ پھر کیا تھا کہ برازیل کا برانکو ہو یا بولیویا کا بین زر، ارجنٹائن کا رافیل وڈیلا ہو یا پیراگوئے کا سٹروسز، یا پھر چلی کا بدنام پنوشے سب نے

> جن ملکوں نے اپنی سرزمین سے امریکہ کو خدا حافظ کہا ہے، اس دن سے نہ وہاں گوریلے پیدا ہوئے ہیں، نہ تخریب کار، نہ لوگ اغوا ہوئے اور نہ قتل اور نہ ہی گھروں پر بموں سے حملے۔ بس ایک فیصلہ کہ ہم تمہاری جنگ نہیں لڑ سکتے اور پھر چین ہی چین

ایک ہی راگ الاپنا شروع کیا کہ یہ امریکہ کی نہیں ہماری جنگ ہے۔ گوریلے ہمارے شہریوں کو قتل کر رہے ہیں، ہمارا امن تباہ کر رہے ہیں۔ دوسری جانب جتنے جمہوری رہنما تھے ان کو قتل کروایا جاتا، اغوا کیا جاتا، غائب کر دیا جاتا اور کبھی امریکہ کے اخبار نویسوں کے ذریعے اور کبھی اپنے میڈیا سے اعلان کروائے جاتے کہ گوریلوں نے اس کی ذمہ داری قبول کر لی ہے اور پھر ان حکمرانوں کی دھواں دار تقریریں ہوتیں کہ یہ تخریب کار ملک پر قبضہ کر کے عام آدمی کا جینا دو بھر کر دیں گے۔ کیمونزم کو سوڈو (Pseudo) مذہب کہا جاتا۔ خوف دلایا جاتا کہ یہ لوگ اگر آ گئے تو سب جائیدادیں چھن جائیں گی۔ ساری جائیدادیں اجتماعی ملکیت ہوں گی یہاں تک کہ تمہاری بیویاں بیٹیاں بھی اجتماعی ملکیت ہوں گی۔ اس ساری جنگ میں پچاس ہزار لوگ قتل ہوئے، تیس ہزار غائب کر دیے گئے اور چار لاکھ اس قدر معذور ہو گئے تھے کہ زندگی گزارنے کے قابل بھی نہ رہے۔ یہ ملک جو امریکہ کی جنگ لڑ رہے تھے، اسی امریکہ نے ان غریب ملکوں پر قرضوں کا ایک ایسا بوجھ لاد دیا کہ بیچارے چیختے رہ گئے۔ 1971ء میں جنوبی امریکہ کا قرضہ ساٹھ ارب ڈالر تھا جبکہ 80 کی دہائی میں یہ دو سو ارب ہو گیا اور اس کی ادائیگی اور سود دیکھئے کہ صرف 1982ء سے 1996ء کے عرصے میں یہ سارے ملک 740 ارب ڈالر امریکی بینکوں کو لوٹا چکے ہیں لیکن ابھی تک قرض ختم نہیں ہوا۔

انسانی جانوں کی ارزانی، امن و امان کی بدحالی اور آگ و خون میں لتھڑی انسانیت کے اس خوفناک ماحول اور تخریب کاری کے خلاف جنگ کے دوران ایک دن ان ملکوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب ہم امریکہ کی یہ جنگ نہیں لڑیں گے۔ ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ایک جان ایک ارب ڈالر سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ ہم اس کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اجارہ داری کے لیے جاری جنگ کو اپنی جنگ نہیں کہیں گے۔ جس دن سے انہوں نے اپنی سرزمین سے امریکہ کو خدا حافظ کہا ہے، اس دن سے نہ وہاں گوریلے پیدا ہوئے ہیں، نہ تخریب کار، نہ لوگ اغوا ہوئے اور نہ قتل، نہ اغوا برائے تاوان ہے اور نہ ہی گھروں پر بموں سے حملے۔ بس ایک فیصلہ کہ ہم تمہاری جنگ نہیں لڑ سکتے اور پھر چین ہی چین۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

دُعائے مغفرت

تنظیم اسلامی سرگودھا کے ملتزم رفیق ریاض احمد گھمن کی والدہ وفات پا گئیں۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر حلقہ سرحد شمالی کے کا دورہ ''جار تنظیم''

25 اکتوبر 2009ء کو حلقہ سرحد شمالی کے امیر جناب گل رحمٰن نے ناظم دعوت فیض الرحمٰن اور ناظم حلقہ احسان الودود کے ہمراہ مقامی تنظیم جار باجوڑ کا دورہ کیا اور رفقاء سے ملاقات کی۔ قبل ازیں تمام رفقاء کو اس پروگرام میں شرکت کے لیے مدعو کیا گیا تھا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے ابتدائی کلمات کہے۔ فیض الرحمٰن نے دعوت دین کا طریقہ کار کے موضوع پر پُر مغز خطاب کیا۔ جناب احسان الودود نے نظام العمل کے حوالہ سے بات کرتے ہوئے انفاق، رپورٹس کی بروقت تیاری و ترسیل اور اسرہ و تنظیم کے اجتماعات کے بارے میں مفصل ہدایات دیں۔ اس دورہ میں امیر حلقہ نے اسرہ مسلم باغ کے تحت چلنے والی تجوید و عربی قواعد کی کلاس کے شرکاء سے بھی ملاقات کی۔

(رپورٹ: معتمد مقامی تنظیم)

تنظیم اسلامی پنڈی گھیب کا ماہانہ تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی پنڈی گھیب کا ماہانہ تربیتی پروگرام 30 اکتوبر کو ہوا۔ اس پروگرام کے لیے حلقہ پنجاب شمالی سے چار مدرسین کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ تربیتی پروگرام دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پہلے حصے کا پروگرام پنڈی گھیب سے تقریباً 45 کلومیٹر دور جنڈ روڈ پر پنڈ سلطانی گاؤں کے قریب ایک مدرسہ میں کیا گیا۔ مدرسہ کے مہتمم مولانا نصیر الدین ہیں، جو مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری مرحوم کے شاگرد اور بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے بڑے قدردان ہیں۔ وہ خود بھی پائے کے مقرر ہیں اور اپنے علاقے میں علمی شہرت رکھتے ہیں۔ یہ پروگرام انہی کی خواہش پر اُن کے مدرسہ واقعہ پنڈ سلطانی گاؤں کے سٹاپ سے تقریباً 2 کلومیٹر دور مدرسہ میں رکھا گیا۔ اس پروگرام سے ایک دن پہلے نواحی علاقہ میں رفقاء تنظیم نے ہینڈ بل تقسیم کیے اور بینر لگائے۔ مولانا نصیر الدین نے بھی پروگرام میں شرکت کے لیے علاقے کے لوگوں کو دعوت دی۔ اس پروگرام کے پہلے مدرس جناب شفاء اللہ تھے جو واہ فیکٹری سے تشریف لائے تھے۔ اُن کے درس کا موضوع تھا ''اپنے رب کو کیسے راضی کریں''۔ پروگرام میں پنڈی گھیب سے ہمارے 13 رفقاء شریک ہوئے اور مقامی افراد کی حاضری تقریباً 65 تھی۔

دوسرے حصے کا تربیتی پروگرام واپس پنڈی گھیب میں آکر مسجد دارے والی میں کیا گیا۔ یہ مسجد بھی اشاعت التوحید والسنہ کے زیر اہتمام ہے اس کے خطیب مولانا ضیاء الرحمٰن بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر صاحب سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں اور تنظیم اسلامی کے پروگراموں کے انعقاد میں بھرپور معاونت کرتے ہیں۔ یہاں سب سے پہلے ناظم حلقہ پنجاب شمالی راجہ اصغر علی نے گفتگو کی۔ اُن کا موضوع تھا: ''منافقانہ کردار'' انہوں نے حدیث نبویؐ ((اربع من کن فیہ کان منافقاً خالصا)) کے حوالے بات کی اور منافق کی نشانیوں کو واضح کیا۔ انہوں نے رفقاء کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ مرض نفاق کا خطرہ سب سے زیادہ دینی تحریکوں سے وابستہ افراد کو ہوتا ہے۔ شیطان ہرگز یہ بات پسند نہیں کرتا کہ صراط مستقیم پر چلنے والا فرد اپنے نصب العین رضائے الٰہی کو حاصل کرے۔ اس کے علاوہ جن موضوعات پر گفتگوئیں کی گئیں، اُن میں جماعت میں نظم کی اہمیت، امیر کی سمع و اطاعت جماعتی زندگی میں نجویٰ شامل ہیں۔ آخر میں بیعت فارم کا مذاکرہ کرایا گیا۔ یہ پروگرام رات ساڑھے دس بجے دُعا پر اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: قاضی ظہور حسین)

حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے تحت ایک روزہ تربیتی پروگرام

حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے تحت ایک روزہ تربیتی پروگرام یکم نومبر کو مرکز گوجرانوالہ ڈویژن مسجد نمرہ میں منعقد ہوا۔ تربیتی پروگرام کا موضوع ''امیر کی اطاعت'' رکھا گیا تھا۔ پروگرام کا آغاز صبح ساڑھے نو بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت حافظ محمد بلال ثاقب نے حاصل کی۔ اس کے بعد ناظم حلقہ نے پروگرام کا شیڈول، اور اطاعت امیر سے متعلق رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث بیان کی۔ چائے کے وقفے کے بعد نارووال کے رفیق تنظیم اویس احمد چیمہ نے درس قرآن دیا۔ اس کے بعد چند رفقاء نے تنظیم میں اپنی شمولیت کی روداد سنائی۔ ظہر سے قبل محترم ڈاکٹر عبدالسمیع کا درس تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے جماعتی زندگی میں امیر کی اطاعت اور تنازع فی الامر کی وضاحت کی۔ آپ نے بیعت کے الفاظ کی بھی تشریح کی۔ اس پروگرام میں تقریباً 105 رفقاء نے شرکت کی۔

ظہرانے کے بعد سیالکوٹ شمالی کے رفیق محمد جنید نے انفاق فی سبیل اللہ پر گفتگو کی۔ اعجاز انصر نے مطالعہ حدیث کرایا۔ دُعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: شاہد رضا)

following the injunctions of the Quran.In Islam there is no subjugation to any one, be that a king, a parliament or any other institution." (Chaudhri Sardar Muhammad Khan, Hayate Quaide Azam page 255)

3. In his Eid message, in 1945, he said, "Every Muslim knows that the Quranic injunctions are not limited to religion, morals and ethics only, but they are equally applicable to civics, and all laws pertaining to the rights and deeds of human beings and it is an all comprehensive code of life, encompassing religious, social, economics, judicial,civil and military affairs.

4. In Peshawar, on Nov.26, 1945, in a public address the Quaide Azam said: "The Muslims have one God, one Prophet (SAW) and one Holly Book ----- Our efforts are to unite the Muslims into one body." (M. Hanif Shahid, Islam and the Quaide Azam, page 106)

5. A resolution passed in Karachi in 1942, regarding constitution says like this, "The constitution of Pakistan will be in accordance with the Quran and Sunna and the existing laws will be modified accordingly." Commenting on this the Quaid said: "The proposal is the cry of the heart of every Muslim and what is the objective of Pakistan except to establishing the system of Deen of Allah" (Rahim Bakhsh Shaheen Nooqoshi Quaide Azam page 309 310)

6. Replying to a question at the residence of the Peer of Manki Sharif the Quid said: "Our will be the same that was given to us 1300 years ago by the Prophet Muhammad (SAW) The Quran is our law and that is all". (Sharif Farooq, Marde Hurriat ,page 397)

7. In 1947, replying to a question of Maulana Shabbir Ahamad Usmani the Quaid said: "The law of Pakistan will be Quran. I strongly believe that no source can give a better constitution than the Quran. Preparation of the constitution is the job of the Ulema like yourself." (Ifthikhar M. Khokhar, Quaid Axam ka Islami Thashakhkhus Page 10)

Scores of evidences can be quoted but for the length of the article. I conclude my submission with a historic event on this subject in which Shaheed-e- Millat LiyaqatAli Khan has fully clarified the position on this issue. On the passage of the Objective Resolution on March 12, 1949, the then Prime Minister said, "Sir, this is the most important day for us only next to the independence day. By independence we have a chance for building our country and system in accordance with our own ideas and objectives, and Sir, the great Quaid had spoken several times on this subject and his ideas have fully been supported by the nation". The Quaid had said: "We need Pakistan for the Muslims of the Subcontinent to be able to live according to the Islamic teachings and traditions.With this we want to prove to the whole world that even today Islam is the only antidote to the ailments and sufferings of the humanity. This is for this reason Sir, that in the beginning of the Objective Resolution it has been fully acknowledged that all the authority should stand subordinate to the Divine Commandments enshrined in the Holly Quran." These are historic realities which cannot be denied despite the efforts of a lobby which is strenuously struggling for falsifying the truth.

دُعائے صحت کی اپیل

- انچارج شعبہ انگریزی قرآن اکیڈمی لاہور سید افتخار احمد صاحب یورک ایسڈ کی زیادتی کے باعث بستر علالت پر ہیں۔
- علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے رفیق تنظیم عبدالباسط صاحب مون مارکیٹ میں ہونے والے بم دھماکے میں اپنی اہلیہ اور دو بچوں سمیت زخمی ہو گئے تھے اور ایک نجی ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

رفقاء و احباب اور قارئین سے ان سب حضرات کے لیے دُعائے صحت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اشْفِھِمْ بِشِفَائِکَ وَ دَاوِھِمْ بِدَوَائِکَ!

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام کلر ڈاپلر، 4-D،
T.V.S، ایکو کارڈیو گرافی، Lungs Function Tests اور OPG (Dental) X-Ray کی سہولیات

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی
تصدیق شدہ ادارہ
ISO 9001:2000

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر
عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خصوصی پیشکش

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ
(Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر،
گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/2500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل
کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور
Ph:3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax:3 516 21 85
Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

Mohammad Faheem

Jinnah's Vision of Islamic Ideological Pakistan

It has been a fashion with the secular segment of the society that they leave no stone unturned to prove that Pakistan was not built on an ideology but purely on secular basis. Numerous articles on the subject appear on regular basis in the print medial. One of the recent such articles is the one by Dr. A. Z. Hilali, in the Daily The Frontier Post of September 11, 2009. The article captioned as "Jinnah's Vision of Muslim Secular Pakistan" seems to misguide people as, by in large, the common man knows very little about the genesis of Pakistan. Mr. Hilali, like other secularism fans have made some odd references quoting the Quaid-e-Azam to have struggled for a secular rather than an Islamic country.

It is correct that the country was achieved on the basis of the two-nation theory and that the Quide was against all type of theocratic rule and the dominance of the Mulla and Pope in the affairs of the state. He was an advocate of the Islamic social justice and freedom of thought and equality of the human beings. On the basis of the meaning of secularism a secular Muslim Pakistan should mean a country where the people would have the right for making legislation without seeing that it is in accordance with the teaching of Islam or not...The Quaid never wanted such a system and he is on record to have pleaded for the system of the Holy Quran to be implemented in the would-be Pakistan. During the peak of struggle from 1937 to 1947, the Quaid has spoken out his mind with out any reservation whatsoever so many times on the subject.

The right of sovereignty rests with Allah alone. Man on this earth is the trustee of God to exercise his authority within the parameters of the Divine injunctions. Since Allah is the Creator and Sustainer, only He has the right to give Law to the man. Therefore, a Muslim country has no right except to make legislation in accordance with the Holy Quran and Sunna. This is what the Quaid was advocating for, which we will prove from his life history particularly the period of struggle for independence. Perfectly in consonance with the Islamic system the Quaid was rightly arguing for the equal rights of all the citizens for social justice and access to the basic necessities of life irrespective of religion, creed, race and language. The Quide knew that this can only be possible under a true Islamic system to rule the political, social and economic life of the country.

The learned writer has himself contradicted his claim by making a number of references which go against his argument for Quaide Azam as advocating for Muslim Secular Pakistan. One such reference is the Quaid's address to the American citizens in which he has clearly said: "I don't know what would be the final shape of the constitution of Pakistan, but I do believe that it will be one prepared on democratic lines with Islamic principles embedded therein." The learned writer has attributed all savage and bloody action of the misguide people to Islam which is never justified. Islam never allows such things and all such misdoings are quite Haram in Islam. In the article under reference an effort has been made to express resentment on the blasphemy law and the law of the desecration of the Quran. This suggests that our secular friends want to see Pakistan a free haven for people like Salman Rushdi and Tasleema Nasreen.

Out of the scores of the Quaid-e-Azam a few are put herewith to abundantly prove that he wanted a an Islamic Ideological Pakistan only and nothing else.

1. Late Ghulam Murshid, the Khateeb of the Badshahi Masjid refereeing to his meeting with Mr. Jinnah said: "Constitution of the Islamic state for which we are struggling, will be based on it (The Quran)." (Sharif Farooq, Barre Saghir Ka Marde Mujahid page 398-399)

2. Taking to the students in Haiderabad Deccan the Quide said in 1941, "It should be kept in mind that in an Islamic government for all submission and loyalty the center is Allah, the Almighty God , which can be done through

تنظیمی فکر پر مبنی کیلنڈرز 2010 — ۱۴۳۱ھ / ۱۴۳۲ھ

دو منفرد ڈیزائنوں میں اسلامی تاریخوں سے مزین طبع ہو چکا ہے۔ یہ کیلنڈر تنظیمی دعوتی و تعارفی مقاصد میں ممد و معاون ثابت ہو گا۔ ان شاء اللہ!

رفقاء و احباب اسے زیادہ سے زیادہ حاصل کر کے دعوتی مقاصد کیلئے مختلف مقامات پر لگوائیں۔

تنظیمِ اسلامی

مرکزی دفتر: 67-A علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ فون: 36293939-36366638-(042)36316638 فیکس: (042)36271241 markaz@tanzeem.org www.tanzeem.org

تیمر گرہ: 0945-601337	پشاور: 091-2262902	اسلام آباد: 051-4434438	مظفر آباد: 0992-504869	گوجر خان: 051-3516574	گوجرانوالہ: 055-3015519
لاہور: 042-35845090	عارف والا: 0457-830884	فیصل آباد: 041-2624290	سرگودھا: 048-3761235	جھنگ: 047-7628361	ملتان: 061-6149212
ہارون آباد: 063-2251104	سکھر: 071-5631074	حیدر آباد: 0222-2929434	یٰسین آباد کراچی: 021-36311223	سوسائٹی کراچی: 021-34306040	کوئٹہ: 081-2842969

رفقاء و احباب یہ کیلنڈر اپنے مقامی مراکز یا براہِ راست مرکز گڑھی شاہو سے حاصل کر سکتے ہیں۔ قیمت 10 روپے فی کیلنڈر